www.mohaddis.com

330

مدیرِ اعلیٰ

حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

جون ۲۰۰۹ء

اشاعت خاص بر المیہ سوات

۲ پاکستان میں امریکہ کی جنگ کہاں تک؟

۳۳ کیا سوات میں بغاوت اُٹھ رہی ہے؟

۷۲ میڈیا؛ اسلام کے خلاف مؤثر ہتھیار

مجلس التحقیق الاسلامی

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

مِلّتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ مُحدّث لاہور پاکستان

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبد الرحمن مدنی

مُدیر: حافظ حسن مدنی

Only For SMS
0333-4213525

جلد ۴۱ / شمارہ ۶ —— جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ —— جون ۲۰۰۹ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

پاکستان میں 'امریکہ کی جنگ' کہاں تک	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	۲
سوات معاہدہ، نقل مکانی اور ملکی صورتحال	انٹرویو عالم آن لائن	۱۷

خلافت و جمہوریت

خلفائے راشدین کا تعین شورائی تھا!	عطا محمد جنجوعہ	۲۸

سوات امن معاھدہ

کیا سوات میں بغاوت اُٹھ رہی ہے؟	حافظ عبد الرحمن مدنی	۴۳
سوات کا معاہدۂ امن کیونکر سبوتاژ ہوا؟	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	۵۰
سوات آپریشن؛ اسباب و نتائج	محترمہ رضیہ مدنی	۶۰
نظریات کبھی قوت سے تبدیل نہیں ہوتے!	انٹرویو 'حدیبیہ'	۶۳

اسلام اور مغرب

نائن الیون کی حقیقت اور عالم اسلام	ثروت جمال اَصمعی	۶۶
میڈیا؛ اسلام کے خلاف مؤثر ہتھیار	پروفیسر عبد العظیم جانباز	۷۴

زر سالانہ: ۲۰۰/= روپے
فی شمارہ: ۲۰/= روپے

بیرونِ ملک
زر سالانہ: ۲۰/= ڈالر
فی شمارہ: ۲/= ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن لاہور 54700

☎ : 5866476
5866396
5839404

Email:
hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

مُحدّث کتاب و سُنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلی اتّفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

پاکستان میں 'امریکہ کی جنگ' کہاں تک؟

روزنامہ جنگ کے کالم نگار حامد میر اپنے کالم 'قلم کمان' میں لکھتے ہیں:

''رحمانی بخش سے ملے بغیر آپ کو کبھی سمجھ نہیں آئے گی کہ سوات، بونیر اور دیر کے لوگوں کی ایک بڑی اکثریت فوجی آپریشن کی مخالف کیوں ہے؟ یہ لوگ طالبان کے حامی نہیں ہیں لیکن حکومت نے جس انداز میں آپریشن شروع کیا ہے، اس انداز نے ان لوگوں کی نظروں میں طالبان اور حکومت کا فرق مٹا دیا ہے۔ رحمانی بخش نے اپنی گود میں دو سال کی بیٹی کو اُٹھا رکھا تھا جس کے معصوم چہرے پر زخموں کے نشانات واضح تھے۔

اُس نے بتایا کہ چند دن پہلے بونیر کے علاقے پیر بابا کے آس پاس موجود طالبان پر بمباری شروع ہوئی تو اُس نے پورے خاندان کی عورتوں اور بچوں کو گاڑی میں بٹھا کر جیسے ہی اپنے گھر سے نکلا تو گدیزئی کے قریب سڑک پر ٹینک کھڑا نظر آیا۔ رحمانی بخش نے فوراً گاڑی روکی اور ہاتھ اوپر اُٹھا کر ٹینک کی طرف بڑھا تاکہ فوجیوں کو بتا سکے کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو محفوظ مقام کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ ابھی وہ چند ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ ٹینک سے فائر ہوا اور چند ہی لمحوں میں رحمانی بخش کا پورا خاندان تباہ ہو گیا۔ اس نے شور مچایا کہ گاڑی میں عورتیں اور بچے ہیں لیکن دوسرا فائر بھی ہو چکا تھا۔ رحمانی بخش زخمی ہو کر زمین پر گر چکا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک بندوق بردار فوجی اس کے قریب آیا اور زخمی رحمانی بخش سے کہا: کیا تم نہیں جانتے تھے کہ علاقے میں کرفیو نافذ ہو چکا ہے اور کرفیو میں گھر سے باہر آنے والے کو گولی مار دی جاتی ہے؟ رحمانی بخش نے کہا کہ اسے یا اس کے خاندان کو کرفیو کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہ تو اپنے گھر کے آس پاس شروع ہونے والی بمباری کے باعث سب سامان چھوڑ کر گھر سے بھاگ نکلے تھے۔ فوجی نے کہا کہ کیا لاؤڈ اسپیکر سے کرفیو کا اعلان نہیں ہوا؟ رحمانی بخش نے نفی میں جواب دیا۔ فوجی نے حیرانی سے پوچھا کہ کیا تم نے ٹیلی ویژن پر کرفیو کی خبر

www.KitaboSunnat.com

نہیں سنی؟ رحمانی بخش نے جھنجھلا کر کہا کہ ہمارے علاقے میں دو دن سے بجلی بند ہے، موبائل فون بھی بند ہیں اور پی ٹی سی ایل کی سروس بھی۔ ہمیں کیا پتہ کہ حکومت نے کرفیو لگا دیا ہے۔ اب مجھے اپنے خاندان کی لاشیں اُٹھانے دو۔ اس دوران مزید فوجی آ گئے۔ تباہ شدہ گاڑی میں ۱۶/افراد جاں بحق ہو چکے تھے۔ رحمانی بخش کی بوڑھی والدہ، بیوی اور ایک چھوٹی بچی زخمی تھے لیکن اس کے باقی بچے، اس کے دو بھائیوں کی بیویاں اور ان کے بچے اور تین قریبی رشتہ دار لقمۂ اَجل بن چکے تھے۔

رحمانی بخش بار بار مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میرا کیا قصور تھا؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس کا دردناک سوال سن کر قریب کھڑا حلیم باچا سسکیاں بھر کر رونے لگا۔ حلیم باچا بھی پیر بابا کا رہنے والا ہے۔ اُس نے کہا کہ دو سال پہلے وہ اپنے علاقے کے لوگوں کو لے کر اسلام آباد جایا کرتا تھا اور وہاں سپریم کورٹ کے سامنے جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی کے لئے نعرے لگاتا تھا، پولیس کے ڈنڈے کھاتا تھا اور آج جب رحمانی بخش ہم سے اپنا قصور پوچھتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ جسٹس افتخار محمد چوہدری اس جیسے مظلوموں کی آواز کیوں نہیں سن رہے؟ میں نے حلیم باچا سے کہا کہ رحمانی بخش کا المیہ ابھی تک میڈیا کی نظروں سے اوجھل ہے اور اگر میڈیا کے ذریعے چیف جسٹس کو پتہ چل بھی جائے تو وہ کیا کر سکتے ہیں؟

سوات، بونیر اور دیر میں حکومت کی عمل داری نہیں تھی، اس عمل داری کو بحال کرنے کے لئے آپریشن کیا گیا لیکن آپریشن کے دوران حکومت سے مجرمانہ غلطیاں ہوئی ہیں اور ان غلطیوں کا نوٹس ضرور لیا جانا چاہئے۔ حلیم باچا میری وضاحت سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ میڈیا والوں نے زمینی حقائق جانے بغیر شور مچا دیا کہ بونیر پر طالبان کا قبضہ ہو گیا حالانکہ اِن طالبان کی تعداد ۲۰۰ سے زیادہ نہ تھی، یہ طالبان جان بوجھ کر بونیر آئے تاکہ یہاں بھی آپریشن ہو کیونکہ بونیر والوں نے دو سال سے طالبان کو یہاں آنے سے روک رکھا تھا۔ طالبان نے ایک کامیاب حکمتِ عملی کے تحت ایک تیر سے دو شکار کئے۔ اُنہوں نے بونیر پر آفت مسلط کر کے ہم سے بدلہ بھی لے لیا اور آخر کار بے گھر ہونے والوں کے بچوں کی کچھ نہ کچھ تعداد کو اپنا ساتھی بنانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ حلیم باچا نے طنزیہ انداز میں کہا کہ دراصل فوجی آپریشن میں جلد بازی محض اس لئے کی گئی کہ آپ کے صدر آصف علی زرداری کو امریکہ کا دورہ کامیاب بنانا تھا۔ متاثرین مالاکنڈ کی اکثریت میں حکومت کے خلاف بے چینی

www.KitaboSunnat.com

اور غصہ بڑھ رہا ہے۔ جس دن مظلوموں کے سینے میں بھڑکنے والی آگ ٹھنڈی ہوگی، ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ جیت جائیں گے۔'' (روزنامہ جنگ، ۲۸ مئی ۲۰۰۹ء)

اس تحریر میں مہاجرینِ سوات کی الم ناک صورتحال کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ ان مہاجرین کے پریشان کن حالات سے زیادہ فکرانگیز امر یہ ہے کہ رحمانی بخش اور اس جیسے کئی دیگر مظلوموں کے سینے میں جل اُٹھنے والے رنج والم کے دیے کون بجھائے گا؟ اپنے پیارے کنبے کے افراد کی جدائی اور مظلومانہ ہلاکت سے اگر کوئی شخص ردعمل اور انتقام کے جذبات کا شکار ہوگیا تو اسے اپنے غصے کے اظہار کا کوئی موقعہ درکار ہوگا۔ اس پر مستزاد یہ کہ بات یہاں پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ ایک دردناک انجام کی طرف بڑھتی ہے، کیونکہ یہ ظلم وستم صرف اکیلے رحمانی بخش پر نہیں ہوا بلکہ مہاجرین کے ہر دوسرے گھرانے کو اس کا سامنا ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب سوات ومالاکنڈ کے علاقوں میں پھیلے ۵۰ کے لگ بھگ امریکہ کے انٹیلی جنس یونٹوں کا کام شروع ہوتا ہے۔ پاک افغان سرحد پر ۱۷ سے زائد بھارتی قونصل خانے سرگرم ہوجاتے ہیں اور انتقام کی آگ میں جلنے والے مسلمانوں کو اپنے ظالمانہ مقاصد کی بھینٹ چڑھانے کے مکروہ منصوبہ پر عمل درآمد شروع کرتے ہیں۔

پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں ظلم وستم کی یہ کہانی کئی برسوں سے دہرائی جارہی ہے، پاکستانی طالبان کا موجودہ کردار بھی ۲۰۰۴ء کے جنوبی وزیرستان کے ظالمانہ آپریشن کا ردّعمل ہے جس کے مہلک اثرات نے دیگر علاقوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ہم یہاں بیت اللہ محسود، مولوی فضل اللہ اور صوفی محمد کی بے جا وکالت نہیں کرنا چاہتے لیکن واقعاتی حقائق بتاتے ہیں کہ پاکستانی حکومت اور پاک فوج کے خلاف حالیہ مسلح جدوجہد کے دو اوّلین کرداروں کو بھی حکومتی جارحیت کے نتیجے میں اپنے پیاروں سے جدا ہونا پڑا تھا، فضل اللہ کا بھائی سمیع اللہ ۲۰۰۴ء میں ایک فوجی حملے میں مارا گیا اور صوفی محمد کے بیٹے کی ہلاکت تو ابھی چند روز کا واقعہ ہے۔ ۲۰۰۷ء میں لال مسجد کی عفت مآب بیٹیوں کے جسموں کو پگھلا کر جب برساتی نالے میں قرآن کریم کے مقدس اوراق کے ساتھ بہایا گیا تو ان سرحدی علاقوں کے نوجوانوں میں انتقامی نفسیات نے جنم لیا۔

www.KitaboSunnat.com

کتنے برس گزرے کہ آئے روز ان قبائلی علاقہ جات کے مدارس میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے معصوم بچوں کو اجتماعی ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑا، ایسے واقعات اس قدر کثیر تعداد میں رونما ہوئے کہ اہل پاکستان سمیت ملتِ اسلامیہ، پاکستانی حکومت کی اجازت سے ہونے والے اس ظلم کو معمول کا واقعہ سمجھ کر نظر انداز کرنے لگی۔ اِن دنوں متاثرہ علاقوں کے مکین ردّ عمل اور انتقام سے مغلوب ہوکر یہ وارننگ دیا کرتے کہ اگر ہلاکتوں اور بمباریوں کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو ہم پاکستان کا اَمن وسکون بھی تہ وبالا کردیں گے، لیکن ملک وملت کے کسی بہی خواہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور آج دہشت گردی کا یہ عفریت آہستہ آہستہ پورے ملک کے امن وسکون کو غارت کررہا ہے، جس کا سامنا دانش مندی اور حکمت عملی سے کرنے اور اس کی مناسب روک تھام کی بجائے ہم اپنے ہی ہم وطنوں اور ہم مذہبوں کے خلاف ستم کی نئی تاریخ رقم کرنے چل پڑے ہیں۔ متاثرہ قبائلی علاقہ جات سے آنے والے بتاتے ہیں کہ آخر اس ظلم سے تنگ آکر معصوم بچوں کے اجتماعی جنازوں میں شریک ہونے والے افراد نے قرآن پر حلف اُٹھائے کہ وہ اس ظلم کے سامنے کھڑے ہوجائیں گے۔ آج یہی عوامی غیظ وغضب طالبان کا روپ دھار چکا ہے جو دراصل طالبانِ انصاف ہیں اور اپنے ناحق مقتولین کے خون کی دہائی دیتے ہیں۔

سوات ومالاکنڈ آپریشن کے بارے میں قوم میں دو رائیں اس بنا پر پائی جاتی ہیں کہ جو لوگ ان علاقوں میں جاری دہشت گردی کو ایک مستقل واقعہ تصور کرتے ہیں ان کا ردّعمل یہ ہوتا ہے کہ حکومت کی رٹ کے خلاف کھڑے ہونے والوں کو پوری قوت سے کچل دیا جائے۔ اور جو لوگ ان علاقوں کی صورتحال کے پورے پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہیں، سات برس سے جاری ظلم وستم کو تازہ رکھتے اور امریکہ کے بعد پاکستانی اَفواج کی جارحیت کو بھی یاد رکھتے ہیں، وہ ان کے بارے میں ہمدردی کے جذبات رکھ کر، اُنہیں اپنا ہم وطن اور دینی بھائی جان کر ایک طرف ان پر ظلم وستم کا خاتمہ کرنے کی بات کرتے ہیں تو دوسری طرف ان مظلوموں کو ہرطرح کے شدید اقدام سے باز رکھنے کی کوششیں کرتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کے شمالی علاقہ جات کو درپیش المیے کے بارے میں یہ سوال خصوصیت سے قابل توجہ ہے کہ کیا یہ لوگ ہمیشہ سے ہی پاکستان کے خلاف قانون شکن رجحانات کے حامل رہے ہیں، یا ان کی حالیہ شدت پسندی کا کوئی تازہ داعیہ بھی موجود ہے۔لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پاکستانی طالبان ۲۰۰۴ء میں پاک فوج کی جارحیت سے قبل کیوں موجود نہیں تھے؟ یہ سب لوگ ہمیشہ سے یہاں کے رہائشی ہیں اور پرامن زندگی بسر کرنے والے تھے، اگر ان میں باہر سے غیر ملکی ایجنٹ داخل ہوئے ہیں تو ان کو روکنا حکومتِ وقت اور اس کی ایجنسیوں کا کام ہے، لیکن یہاں کے رہائشی بعض لوگ آج کیوں ریاست کے خلاف اس قدر مشتعل ہوگئے ہیں کہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر پوری قوم کو ہلاکت و بربادی سے دوچار کرنے پر تل گئے ہیں۔

جب کسی گھرانے کا کوئی فرد بلاوجہ قتل کردیا جائے اور وہ کسی کے ہاتھ پر اس کا خون بھی تلاش نہ کرپائے، قرائن بھی موجود ہوں کہ یہ کسی وقتی حادثے کی بجائے اس مہم جوئی کے نتیجے میں مارا گیا جو پڑوس میں اسلام کے خلاف ایک سپر قوت ظلم روا رکھے ہوئے ہے، تو آخر کار یہ عوامی غیض وغضب پھٹ ہی پڑتا ہے۔ایسے گھرانے اپنے پیاروں کو یاد کرکے انتہا پسندی پر مجبور ہوہی جاتے ہیں۔ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ غیر متاثرہ فریق کی طرح بڑا متوازن رویہ اختیار کریں گے، نادانی اور حماقت ہے۔مقتولین کے ورثا ایک فریق ہیں اور فریق کا ردّعمل نہ تو متوازن شخص کا ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی گواہی قبول ہوتی ہے۔اس کی سادہ مثال اس آدمی سے سمجھی جاسکتی ہے جو کسی وقت پولیس کے بلاوجہ ظلم کا شکار ہوا ہو، زندگی بھر کے لئے پولیس کے بارے میں اس کا رویہ دیگر لوگوں سے اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بنا پر مختلف اور شدید تر ہوگا۔آج ایسے مظلوم ومتاثرین سے توازن واعتدال کی توقع رکھنا نادانی ہے، اس کو مظلوم ومتاثر فریق سمجھ کر ہمیں اس پر مظالم کی تلافی کرنا ہوگی، وگرنہ ایسے متاثرہ لوگ ہمارے مکار دشمن کے ایجنڈے کی تکمیل میں بڑی آسانی سے دھوکہ کھا سکتے ہیں۔

پاکستان میں اسلام کے خلاف امریکہ سرکار کی سرپرستی میں مسلسل ۸ سال سے بڑے زور وشور سے نہ صرف قتل وغارت کی جنگ جاری ہے بلکہ نظریاتی معرکہ بھی گرم ہے۔ ہماری نظر

www.KitaboSunnat.com

میں اسی متاثرہ سرحدی علاقوں میں جاری ظلم وستم اور قتل وغارت کے نتیجے میں طالبان کا اُبھرنا دراصل جوابی ردّعمل کا اِظہار ہے جو دین کے خلاف نظریاتی یلغار کے نتیجے میں دین اسلام کے نعرے تلے، طالبانیت کے سائے میں پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ اگر یہ ظلم وستم اسی طرح جاری رہا اور پاکستان کے دیگر خطوں کی طرف خدانخواستہ بڑھا تو وہاں بھی لوگ مجبوراً طالبانیت کے نعرے میں پناہ ڈھونڈیں گے۔ اس لئے پاکستان کا اصل مسئلہ طالبانیت نہیں بلکہ امریکانائزیشن ہے جس کی اندھی تائید میں اپنی قوم اور نظریہ کو لگاتار ہدف بنایا جارہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے پاکستانی فوج کے خلاف جارحیت کیوں کر شروع کی؟ اس کا بھی جواب بڑا واضح ہے۔ شروع شروع میں جب امریکہ نے ان کے دینی مراکز پر حملے کئے، اور عوام کو ہلاکت وبربادی سے دوچار کیا تو اس کے نتیجے میں یہ قبائلی لوگ امریکہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ امریکہ نے اپنے اتحادی ملک پاکستان سے انہیں دبانے کے لئے نہ صرف مدد طلب کی بلکہ یہاں موجود اپنے مطلوب افراد کو پکڑنے کے لئے بھی مشرف حکومت کو ڈالروں کا لالچ دیا۔ یوں پاکستانی حکومت نے نادانی میں امریکہ کی جنگ کو اپنا لیا اور اس میں اپنے عوام کی حفاظت کی بجائے امریکی ظلم میں شریک ہوکر اپنے عوام کے خلاف امریکی ایجنٹ کا کردار ادا کیا۔ اس سے یہ لوگ پاکستانی فوج اور سیکورٹی ایجنسیوں کے بھی خلاف ہوگئے۔ دراصل یہ علاقے ڈھائی ہزار کلومیٹر لمبی پاک افغان سرحد پر ہیں، اور ایک ہی نسل ہونے کے ناطے یہاں سے امریکہ کے خلاف افغان مزاحمت کو بھرپور مدد ملتی تھی۔ امریکہ نے افغانستان میں اپنے خلاف مزاحمت کو کمزور کرنے کے لئے ان لوگوں کو اپنی سلامتی کی جنگ میں دھکیل دیا، اور یہ جنگ جو افغانستان کی سرزمین پر لڑی جانا تھی، اسے پاکستان کے داخلی علاقوں میں بھڑکا دیا۔ اس لئے ہم اس جنگ کو پاکستان کی بجائے امریکہ کی جنگ سمجھتے ہیں، جو پاکستان امریکہ کی آشیرباد حاصل کرنے کے لئے لڑ رہا ہے اور اس کو اپنے گلے ڈال چکا ہے۔

امریکہ ان علاقوں میں ہمیشہ عوام اور پاک فوج کے مابین مفاہمت کا مخالف رہا ہے اور کئی

www.KitaboSunnat.com

امن معاہدوں کے شرکا کو ہلاک بھی کر چکا ہے، تاکہ یہ لوگ اپنی جنگ میں مصروف رہیں اور یہاں قتل وغارت کا بازار گرم رہے جس کا فائدہ ایک طرف افغانستان میں جاری مزاحمت میں کمی کے ذریعے اُٹھایا جائے تو دوسری طرف پاکستانی حکومت کو شدت پسندوں کے خلاف ناکام قرار دے کر عالمی سطح پر ناکام اور ایٹمی اثاثوں کی حفاظت کے لئے نااہل قرار دیا جائے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہی امریکہ افغانستان میں طالبان سے مفاہمت کی پیش کش کر چکا ہے تاکہ وہاں سیاسی عمل دخل بڑھا کر اپنے رہنے کی مدت کو طویل تر کیا جائے۔ لیکن جواباً افغانی طالبان نے جو ۸۰ فیصد افغان علاقے پر حکمران ہیں، امریکہ سے ہر طرح کی مفاہمت کو اس وقت تک خارج از امکان قرار دیا ہے جب تک امریکی افواج یہاں سے نکل نہیں جاتیں۔

الغرض پاکستان کو درپیش ان حالات کے پس پردہ تحریکِ طالبان کا وہ رویہ اور رجحان ہے جو خالصتاً ردّعمل اور انتقامی بنیادوں پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستانی طالبان پر ظلم کیا گیا ہے۔ ان پر ظلم کی موجودگی اُن کے لئے قدرے ہمدردی تو پیدا کرسکتی ہے لیکن اس کے باوجود ان کے موقف اور جوابی انتہاپسندی کی حمایت نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ کوئی چور اس بنا پر چوری کا پیشہ اختیار کرلے کہ بچپن میں اس کا مال لوٹا گیا تھا، ظاہر ہے کہ یہ ظلم کا جواز نہیں بنتا۔ قرآنِ کریم میں اس کے بارے میں یہ رہنمائی موجود ہے کہ

﴿وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصبرين﴾

''اگر تم بدلہ تو اسی قدر ہو جتنا تمہیں تکلیف دی گئی ہے، اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے زیادہ بہتر ہے۔''

ظلم وستم کا بدلہ چکانے کے لیے یہ جوابی رویہ بھی ان حالات میں گوارا ہے جب کہ مقابل دشمن متعین فرد موجود ہو، حالانکہ ردّعمل میں جوابی شدت پسندی کا مظاہرہ کرنے والے اگر اس بنا پر پاکستان کے پرامن باشندوں یا سیکورٹی فورسز کے ایسے اہل کاروں کے خلاف کھڑے ہوجائیں جنہوں نے خود اُن پر ظلم نہیں کیا تو اس کی اسلام میں گنجائش نہیں۔

اس سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ طالبان کے اس ردّعمل کو بھی امریکہ نے ہائی جیک کرلیا ہے اور اس نے ان میں اپنے ایجنٹ داخل کرکے ان کے اہداف کو نہ صرف مشکوک و

www.KitaboSunnat.com

ناجائز بنا دیا ہے بلکہ اس سے پاکستان کے استحکام کو بھی خطرے میں ڈالنے کا مذموم ہدف پورا کروا رہا ہے۔آپریشن کے ابتدائی ایام میں ہماری حکومت جوابی مزاحمت اور امریکہ میں اس تعلق کی نشاندہی کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھتی تھی، بلکہ ہر ظلم کو براہ راست اسلام کے نام لیوا طالبان کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا تھا،لیکن گذشتہ دنوں حکومت نے ان طالبان کے پاس نیٹو کا اسلحہ ہونے کا اقرار کیا ہے، ۵ جون کے اخبارات میں وزیر داخلہ کا بیان موجود ہے کہ طالبان کی مزاحمت کے پیچھے منصوبہ ساز دماغ کوئی اور ہے۔ امریکہ اور دنیا بھر کے کفار کے لئے ابلاغی جنگ سب سے آسان ہے، پھر دوسروں کو مالی لالچ دے کر اپنے مفادات کے لئے استعمال کرنا بھی مشکل نہیں۔ سب سے مشکل بلکہ ناممکن کام ان کے لئے بذات خود مسلمانوں سے دوبدو جنگ کرنا ہے جس سے امریکی اور نیٹو فوجی ڈرتے ہیں۔ ان حالات میں پاکستان میں جاری مخاصمت، جو دراصل انتقامی بنیادوں پر استوار ہوئی تھی، اس میں اپنے ایجنٹ داخل کرکے امریکہ نے ڈالروں کے بدلے لڑنے والے بھی حاصل کر لیے ہیں اورخود عملاً جنگ سے باہر بیٹھ کر محض منصوبہ بندی اور غداری کے ذریعے اپنے مذموم اَہداف کی تکمیل کی جارہی ہے۔

پاکستان کے لئے امریکہ کی موجودہ حکمتِ عملی کی سادہ مثال یہ ہے کہ کچھ عرصے سے امریکہ بلوچستان میں القاعدہ قیادت کے چھپے ہونے کا مغالطہ دے کر پاکستانی حکومت سے بلوچستان میں بھی ڈرون حملے کرنے کے لئے شدید دباؤ ڈال رہا ہے۔ اگر حکومت نے امریکہ کی مکاری اور چالبازی کو نہ سمجھا یا وقتی مفاد اور شدید دباؤ کے پیش نظر بلوچستان میں امریکہ کو ان حملوں کی اجازت دے دی تو اس صوبہ کی صورتحال بھی سرحد سے مختلف نہیں ہوگی۔ یاد رہے کہ بلوچستان میں حکومت نے پہلے ہی امریکی فوج کو کئی ہوائی اڈے دیے ہوئے ہے، یہی وہ صوبہ ہے جو معدنی وسائل سے مالا مال اور گرم پانیوں تک رسائی رکھتا ہے۔ افغانستان میں اپنے قیام کے بعد وسط ایشیائی ریاستوں سے مکمل مفاد حاصل کرنے کے لئے امریکہ کو براہِ راست سمندر تک رسائی درکار ہے، اسی صوبہ کی اہم ترین سیاسی شخصیت نواب اکبر بگٹی کو پہلے

ہی حکومت ہلاک کرچکی ہے۔شورش سے بھرپور ان حالات میں امریکی ڈرون حملے خدانخواستہ وہاں بھی ظلم وستم کا بازار گرم کریں گے، اور ظلم کا نشانہ بننے والے عوام حکومت کے تحفظ سے محروم ہوکر ردعمل اور انتقام کی راہ پر چل نکلیں گے۔ یہی وہ حالات ہوں گے جن میں امریکی اَفواج کو براہ راست سامنے آئے بغیر محض اپنے سرمائے اور منصوبہ بندی سے ان عوام کو پاکستانی ریاست کے خلاف استعمال کرنا بآسانی ممکن ہوجائے گا۔ بظاہر مسلمان اور پاکستانی لڑیں گے، عوام اور سیکورٹی فورسز برسرپیکار ہوں گی، لیکن درحقیقت عالمی استعمار پس پشت رہ کر ہر دو فریق کی ڈور ہلائے گا اور اپنے مذموم مقاصد پورے کرے گا۔

پاکستان کچھ عرصے بالخصوص اوباما انتظامیہ کے بعد اسی قسم کی مخدوش صورتحال اور سفارتی دباؤ کا شکار ہے، جس کے لئے اب سفارتی استعمار کی اصطلاح اپنائی جانے لگی ہے۔ چند ماہ پہلے تک دہشت گردی کی جنگ میں پاکستان امریکہ کے ساتھ فرنٹ لائن سٹیٹ بن کر اس کی بھرپور مدد کررہا تھا۔آج سے چھ ماہ قبل دسمبر اور جنوری میں پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں حالات کافی پرسکون تھے، یہ ایک خوش کن خبر تھی کہ اس سال جنوری کا پورا مہینہ ایک دھماکہ بھی نہیں، لیکن امریکہ پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لئے اُکسا رہا تھا اور پاکستان اس کے لئے آمادہ نہیں ہورہا تھا۔ امریکہ کی مکاری اور پاکستانی حکومت کی نادانی کا یہ کرشمہ ہے کہ آج امریکہ پاکستان کا معاون بنا ہوا ہے اور پاکستان کے لئے یہ دہشت گردی سب سے بڑا دردِسر! حتیٰ کہ ملکی سلامتی کا مسئلہ بن چکی ہے۔ پاکستان کو قبائلیوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے ایک طرف ان علاقوں پر لگاتار ڈرون حملے کئے گئے تاکہ وہاں کے رہائشیوں کے پاس جوابی تشدد اور جارحیت کے سوا کوئی چارہ نہ رہے اور دوسری طرف گذشتہ چار ماہ میں لگاتار پاکستان کے اہم مقامات کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا تاکہ پوری قوم کو طالبان کے خود ساختہ خوف کے خلاف جمع کیا جاسکے اور اُنہیں ملکی سلامتی کے خلاف ایک سیکورٹی رسک کے طور پر متعارف کرایا جائے۔

ہماری نظر میں لاہور میں ہونے والے مناواں سنٹر اور ریسکیو بلڈنگ پر حملے اسی قبیل سے

www.KitaboSunnat.com

ہونے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا، ۲۷ مئی کو لاہور میں ہونے والا حملہ بھی دراصل سوات و مالاکنڈ میں ہونے والی فوجی جارحیت کے خلاف جواز مہیا کرنے کے لئے ہے، تاکہ پاکستانی عوام میں طالبان کے بارے ہم دردی کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہونے پائے۔ فوجی جارحیت کے ان دنوں میں دیر و بونیر سے ایسے زخم خوردہ مسلمان تلاش کرنا چنداں مشکل نہیں جو اپنے انتقام کی آگ بجھانے کے لئے ہر طرح کے تعاون، منصوبہ بندی اور ہلاکت خیز مواد کے متلاشی ہوں۔ لیکن کیا ایسے دھماکوں کو کسی ظاہری خودکش شخص پر ڈال کر اور اصل منصوبہ ساز دماغ کو نظر انداز کرکے، جس کا اعتراف وزیر داخلہ بھی کرچکے ہیں، حکومت اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہوسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پاکستانی عوام کے جذبات کا استحصال کرنے والا اصل مجرم ہے جس کی روک تھام حکومت کی ذمہ داری ہے۔ طالبان کے خلاف ردّعمل کو مزید تیز کرنے کے لئے سوات و مالاکنڈ آپریشن کے بعد دیگر پرامن شہروں کو بھی اس آپریشن کے ردّعمل کے نام پر ہلاکت خیزی کا شکار کیا جائے گا اور اس طرح پاکستانی حکومت کے کمزور ہونے کا عالمی پروپیگنڈا اور طالبان کے مزید قوی ہونے کی خبریں دنیا بھر کے میڈیا میں گردش کریں گی۔

پاکستان میں جاری دہشت گردی ہمیشہ مخصوص مقاصد کے تحت فروغ پاتی رہی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ پاکستانی عوام میں دہشت گردی کے حقیقی رجحانات اور داخلی وجوہات موجود نہیں ہیں بلکہ اپنی معصومیت و اخلاص کی بدولت دشمن اُنہیں اپنا آلہ کار بنانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سالہا سال تک شیعہ سنی فسادات کی آگ میں جلتے پاکستان میں اس نوعیت کی دہشت گردی کا کوئی واقعہ اب کئی برسوں سے رونما نہیں ہوا۔ ماضی میں مساجد اور سیکورٹی فورسز کے خلاف ہونے والے دہشت گردی کے واقعات اب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس وقت پاکستان میں جس نوعیت کی دہشت گردی کی واردات ہورہی ہیں، اس میں حکومتی رٹ کو چیلنج کرنے، سینماؤں اور مغربی تہذیب کے مراکز کو نشانہ بنانے اور پرامن شہریوں کو بڑے پیمانے پر ہلاکت و بربادی سے دوچار کرنے کا رجحان غالب ہے۔

افسوس اِس امر پر ہے کہ ہماری حکومت ملکی سلامتی کو درپیش اس گھمبیر صورتحال میں فہم

www.KitaboSunnat.com

وفراست کی بنا پر کوئی کاروائی کرنے کی بجائے سراسر نادانی سے اپنے ہی ملک اور اس کے باسیوں کو مزید آگ میں جھونکنے جیسے اقدامات کررہی ہے جس سے یہ جنگ کم ہونے کی بجائے سالہا سال تک پوری ریاست میں جاری رہنے کے امکانات روز بروز بڑھ رہے ہیں۔

امریکہ ایک ماہ قبل جس شد ومد سے پاکستانی حکومت کو اپنے ہی ناراض ہم وطنوں سے لڑانے کے لئے دباؤ ڈال رہا تھا، آج ہم اپنے دشمن کی حکمتِ عملی پر پوری طرح کاربند ہوچکے ہیں۔ان حالات میں امریکہ کو جنگ کے ہردوفریق کو محض اِمداد اور روپے کے نام پر انتہائی سستے داموں اپنی جنگ جاری رکھنے اور ہماری قوت ختم کرنے کا موقعہ مل رہا ہے۔عراق میں امریکہ کا ماہانہ جنگی خرچ ۷۰ بلین ڈالر ہے جب کہ پاکستان میں محض ڈیڑھ بلین ڈالر سالانہ امداد کے دباؤ پر امریکہ پاکستانی حکومت کو جنگ لڑنے پر مجبور کرکے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کررہا ہے۔قارئین کو یاد ہوگا کہ دوماہ قبل پاکستان کے لئے سالانہ ڈیڑھ ارب ڈالر امداد کے موقعہ پر قومی قیادت نے اسے پاکستان کے خلاف اعلانِ جنگ سے تعبیر کیا تھا، آج پاکستان واقعتاً اس امداد اور عالمی قرضوں کے حصول کے نام پر اپنی سلامتی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اس امداد پر خوشیاں منائی جاتیں اور قوم کو خوشخبریاں دی جاتی ہیں،لیکن امداد کے متعینہ مصارف اور طے کردہ شرائط سے عوام کو بے خبر رکھا جاتا ہے۔

حکومت ان حالات میں اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف جارحیت اور عسکریت کی راہ اپنا کر شدید نادانی کا مظاہرہ کررہی ہے۔ طالبان کی جس قیادت بیت اللہ محسود اور مولوی فضل اللہ کے سروں کی قیمتیں بڑھا چڑھا کر مقرر کی جارہی ہیں، انہی کے ناموں پر امریکی مفادات کی سیاست ہورہی ہے اور اس قیادت کو محفوظ ومامون رکھ کر امریکی عزائم پورے کئے جائیں گے، جیسا کہ کئی بار پاکستانی حکومت نے امریکہ کو بیت اللہ محسود کی کسی مقام پر موجودگی کی اطلاع دی لیکن اس کو بدترین دشمن باور کروانے کے باوجود امریکہ نے وہاں کوئی حملہ نہ کیا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح اُسامہ بن لادن کا نام دہشت گردی کا استعارہ بن کر لگاتار امریکی مفادات کی تکمیل کا سبب بنا رہا، اسی طرح مذکورہ رہنماؤں اور ان کی تنظیموں کے اعترافات سے خود

www.KitaboSunnat.com

ساختہ دشمن پروان چڑھا کر اپنی جارحیت کو جواز مہیا کیا جارہا ہے۔ یاد رہے کہ ان رہنماؤں کو امریکی ایجنٹ قرار دینے کی بجائے ہم ان کے بیانات کے استحصال کی نشاندہی کررہے ہیں جن بیانات کی خبریں اکثر وبیشتر ہمیں عالمی خبررساں ایجنسیوں کے ذریعے موصول ہوتی ہیں۔

پس چہ باید کرد؟

پاکستان نہ صرف بیرونی سطح پر براہِ راست جنگ کا شکار ہے بلکہ خود پاکستانی قوم بھی اندرونی طور پر باہم برسرپیکار ہے، مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے، اس سے افسوسناک صورتحال اور کیا ہوگی کہ پاک فوج اپنے ہی شہریوں اور اپنی ہی سرزمین پر جنگ کررہی ہے۔ وہ قبائلی جنہیں پاکستان کا بازوئے شمشیرزن کہا جاتا تھا، آج ایسے حالات میں اس بازوئے شمشیرزن سے لڑائی جاری ہے کہ ہردوسرحدوں پر دشمن فوجیں تیار کھڑی ہیں اور ہم اپنی ہی دفاعی قوت کو پامال کررہے ہیں۔ ان علاقوں کے رہائشی خواہ وہ فوجی یا عوام کل کلاں کس جذبے کے تحت پاک وطن کے دفاع کے فرض کی تکمیل کریں گے۔ یہ حقائق بڑے تلخ ہیں اور جب تک پاک افغان سرحد پر آمد و رفت کو کنٹرول نہیں کیا جاتا، افغانستان اور پاکستان کی جنگ ایک دوسرے سے مربوط ومنسلک رہے گی۔ ان سنگین حالات میں قوم کے ہرطبقہ کو انتہائی ذمہ داری اور دانائی کا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت ہے، وگرنہ ہم شیاطین ثلاثہ امریکہ، بھارت اور اسرائیل کے مکروہ عزائم کو خاک میں نہیں ملا پائیں گے:

- اپنے عوام کو تحفظ دینا ہوگا اور ان پر جارحیت ختم کرنا ہوگی کیونکہ یہ مزید المیوں کو جنم دیتی اور سرحد پر بیٹھے دشمن کو مکاری کے ذریعے اپنے مقاصد پورا کرنے کی راہ ہموار کرتی ہے۔
- امریکی فوج اور اس کی ایجنسیوں کو ملک سے نکال باہر کرنا ہوگا، ان کی سپلائی لائن کو بند کرنا ہوگا، وگرنہ یہ غیرملکی ایجنسیاں اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوکر ملک کو مزید بدترین صورتحال سے دوچار کریں گی، اور اس کے نتیجے میں پاکستانی حکومت کو ناکام قرار دے کر ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کی کوششیں کریں گی۔
- حکومت کو اپنی قوم سے مصالحت کی راہ تلاش کرنا ہوگی۔ اس سلسلے میں صوفی محمد کا معاہدہ

www.KitaboSunnat.com

امن ایک قابل اتباع مثال ہے، معاہدۂ امن کے طے شدہ تقاضوں کو بھرپور طریقے سے پورا کیا جائے اور دونوں طرف سے کوتاہیوں کو رفع کیا جائے تو جنگ کے شر سے ایک عظیم خیر رونما ہوسکتی ہے۔البتہ صوفی محمد کی نظامِ عدل کی ترجیحات میں ملک کی مسلمہ دینی قیادت کی مخلصانہ سفارشات سے استفادہ کرنا چاہئے۔ پاکستان میں امن وامان آخرکار مصالحت ومفاہمت کے نتیجے میں ہی آئے گا، اور ایک روز حکومت کو اس حقیقت کا سامنا کرنا ہوگا۔

- ہمارے سیاستدانوں کو اس نازک وقت میں ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر ملکی سلامتی پر اوّلین توجہ دینا چاہئے، مولانا فضل الرحمٰن کے اس بیان کہ طالبان اسلام آباد تک پہنچ سکتے ہیں، نے امریکہ کے کونسے کونسے مقاصد پورے کئے اور نواز شریف کے آپریشن کی حمایت میں بیانات ملک میں کیسا بحران پیدا کررہے ہیں، اس کا اندازہ ہر صاحبِ بصیرت کرسکتا ہے۔امریکہ کبھی اپنی خوشامد وچاپلوسی کے نتیجے میں نواز شریف کو فیصلہ کن عہدے پر فائز نہیں کرے گا، البتہ وہ نواز شریف اور جنرل کیانی کو اہمیت دے کر حکومتِ وقت کو مزید دباؤ کا شکار کررہا ہے، تاکہ حکومت متبادل حکام کی موجودگی میں امریکہ کی زیادہ سے زیادہ اطاعت وفرمانبرداری کا مظاہرہ کرے۔
- پاکستان کی دینی جماعتوں کو اس نازک موقع پر باہمی اختلاف کا مظاہرہ کرکے مفادات کی سیاست سے ہرممکن گریز کرنا چاہئے۔لوگوں کو بخوبی علم ہوتا جارہا ہے کہ کون امریکہ اور حکومت کے ایجنڈے پر چل رہا ہے اور کون اپنی جنگ لڑ رہا ہے۔ پاکستان کی بعض سیاسی جماعتوں کی نادانی پر مبنی حکمتِ عملی کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ امت میں انتشار کا سبب بنیں گی اور اہل دین سے الگ تھلگ ہوجائیں گی، نظریاتی جنگ کے اس مرحلے پر دینی جماعتوں کو ایک متفقہ موقف اپنا کر عوام کی درست رہنمائی کرنا چاہئے اور فرقہ وارانہ رجحانات سے عوام کو مزید منتشر ہونے سے بچانا چاہیے۔
- عوام کو یہ سوچ کر کہ جنگ صرف سرحدی علاقوں کی ہے، اپنی ذمہ داری سے صرفِ نظر نہیں

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہئے۔ جب امریکہ نے عراق وافغانستان پر آتش وآہن برسایا تو ہم لوگ مطمئن رہے کہ ہم پر تو کوئی پریشانی نہیں آئی، ہمارے سرحدی علاقے متاثر ہوئے تو ہم نے سوچا کہ یہ تو قبائلیوں کا مسئلہ ہے اور اپنی روزمرہ دلچسپیوں میں مشغول رہے۔ اگر ہمارا یہی وطیرہ رہا تو کل کلاں ہم پر ہونے والی کسی جارحیت پر باقی مسلمان اسی طرح خوابِ خرگوش کے مزے لیں گے۔ آج حالت یہ ہے کہ بدامنی اور قتل وغارت ہمارے شہروں میں داخل ہوچکی ہے اور ایک خبر کے مطابق لاہور شہر میں ۳۵ بارود سے بھری گاڑیاں داخل ہوچکی ہیں۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ باشعور مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے امریکی دباؤ پر اپنے ہم وطنوں پر جارحیت کی مخالفت کریں اور امریکہ کو اپنے وطن سے نکال باہر کرنے کے لئے وکلا تحریک کی طرح تمام تر عوامی دباؤ منظم کریں۔ بصورتِ دیگر جب دشمن سر پر آن پہنچا تب اس کا جواب دینا ممکن نہ ہوگا۔ اس وقت 'گو امریکہ گو' کی عوامی تحریک چلانا دینی وقومی جماعتوں کا اوّلین فرض ہے۔

- پاکستانی حکومت تمام تر صورتحال سے بخوبی واقف ہے، اسے اپنی فوج کو حقائق کے مطابق استعمال کرنا چاہئے، یہ اللہ کے دین کے محافظوں کی فوج ہے جس کا ہدف کسی مسلمان کی بجائے کافر ہی ہونا چاہئے۔ فوجی حکام کو بھی اس امر کا شعور ہونا چاہئے، اور اندھے بہرے ہوکر اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف خود ساختہ 'جہاد' کے احکامات دے دیے جائیں، کیونکہ اس نادانی کے نتیجے میں لوگ ایک اور لال مسجد کا المیہ رونما ہوتا دیکھ رہے ہیں۔
- حکومت سے متحارب پاکستانی طالبان کو مسلمان بھائیوں کے خلاف اپنی متشددانہ روش سے باز آجانا چاہئے، ایسے حالات میں جنگ کا کوئی فائدہ نہیں جب کہ اس کا تمام تر فائدہ امریکہ اُٹھا رہا ہو۔ فرض کریں اگر ان پر ظلم ہوا ہے تو اُنہیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پر ڈرون حملے امریکہ نے کئے ہیں، اور اگر پاکستانی فوج ان کے مدمقابل ہے تو وہ بھی کسی اور کے احکام کی تعمیل پر مجبور ہے۔ اس لئے ان کا ہدف کسی مسلمان کو نہیں ہونا چاہئے۔

www.KitaboSunnat.com

اگر طالبان کا کوئی ساتھی انتقام سے مغلوب ہوکر خودکش حملے میں پناہ تلاش کرتا ہے تو اس کو بتانا چاہئے کہ پرامن مسلمانوں کی جانوں سے کھیلنا شریعتِ اسلامیہ میں قطعاً جائز نہیں ہے۔ اصل دشمن سے توجہ ہٹا کر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو ہدف بنانے کی سازش مکار امریکہ کی ہے، اگر کوئی مسلمان اپنی جان کی قربانی تک کے لئے تیار ہے تو یہ قربانی کفار کے خلاف کام آنی چاہئے، نہ کہ مسلمان بھائیوں کے خلاف!

- پاکستانی طالبان میں افغانی طالبان کے برعکس نہ تو کوئی مرکز ہے اور نہ متفقہ حکمتِ عملی۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت نے افغانی طالبان میں قیادت اور مرکزیت کو مستحکم کردیا، اور ان کا دشمن اور ہدف بھی ایک اور واضح ہے کہ امریکہ کو افغانستان سے بھگایا جائے، جبکہ پاکستانی طالبان محض ظلم کے خلاف کسی مرکزی قیادت اور منظم منصوبہ بندی کے بغیر اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ پاکستانی طالبان متعدد گروہ ہیں اور ہر ایک کی علیحدہ شوریٰ کے اپنے اہداف اور حکمتِ عملی ہے۔ ان منتشر حالات میں افغان طالبان کے سربراہ ملا عمر نے صوبہ خوست سے پاکستانی طالبان کو یہ ہدایت جاری کی ہے کہ وہ پاکستان میں لڑنے کی بجائے افغانستان میں امریکہ کے خلاف جمع ہوجائیں۔ اُنہوں نے پاکستانی طالبان کو پاکستان کی سیکورٹی فورسز کے خلاف لڑنے سے منع کیا ہے۔ ان ہدایات کے نتیجے میں شورش زدہ علاقوں سے طالبان نے افغانستان کی طرف نکلنا بھی شروع کردیا ہے پاکستانی طالبان کے یہاں سے انخلا کی ایک رپورٹ بھی شائع ہوچکی ہے۔ ('ندائے ملت': ۵ جون ۲۰۰۹ء)

یہ بالکل درست حکمتِ عملی ہے، اپنے ہدف کو واضح اور دوٹوک رکھنا کامیابی کے لئے اشد ضروری ہے۔ لہٰذا اسلام کے نام پر بڑھنے والا ہر قدم شریعت اسلامیہ کی رہنمائی کے عین مطابق ہونا چاہئے۔ اگر اہل پاکستان پر ظلم ہوا ہے تو اس وقت اصل ظالم کو بھگا کر اس ظلم کا حقیقی خاتمہ کیا جاسکتا ہے، یہی پاکستانی مجاہدین اور حکومتِ پاکستان کا نکتہ اشتراک ہونا چاہئے کیونکہ اسی میں ہماری عزت، کامیابی اور بقا مضمر ہے! (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

اِنٹرویو ڈاکٹر عامر لیاقت حسین

سوات معاہدہ، نقل مکانی اور ملکی صورتحال

مدیر اعلیٰ 'محدث' حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ ایک اہم ملی مشن کی تکمیل کے لئے مئی ۲۰۰۹ء کے وسط میں عرب امارات کے دورے پر تھے۔ شارجہ میں 'جیو نیوز' کے مشہور پروگرام 'عالم آن لائن' میں اُنہیں سوات کی صورتحال پر تبادلہ خیال کی دعوت دی گئی۔ ملکی سطح پر اس انٹرویو کو خوب سراہا گیا اور کئی بار نشر کیا گیا، کیونکہ اس میں بہت سے ایسے پہلو اُجاگر کئے گئے ہیں جو پہلے میڈیا میں نمایاں نہ تھے۔ ضروری نوک پلک درست کرنے کے بعد یہ مکالمہ ہدیۂ قارئین ہے۔ (ح م)

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

'عالم آن لائن' میں آپ کو خوش آمدید!

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین: حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب! آپ نے مولانا سید عدنان کاکا خیل کی زبانی مہاجرینِ سوات کی صورتحال سماعت فرمائی، اسکے بارے آپ کیا فرماتے ہیں؟

حافظ عبدالرحمٰن مدنی: ڈاکٹر عامر لیاقت حسین! آپ نے آغاز میں سوات اور مالاکنڈ میں جاری المیے کی جو توجیہات ذکر فرمائی ہیں، وہ تمام تر روحانی ہیں، البتہ زمینی حقائق اور حالات کے واقعاتی جائزہ سے یہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ پاکستان ماضی میں کن غلطیوں کا شکار رہا، اور کونسی ایسی کوتاہیاں تھیں جن کی وجہ سے پاکستان پر ایسی آفتیں آئیں؟ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ پاکستان پر یہ آفت ان روحانی وجوہ کے علاوہ کچھ اپنی کوتاہیوں کی بنا پر بھی آئی ہے۔

جس میں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ پاکستان اسلامی دنیا کی پہلی جوہری قوت ہے اور پہلی جوہری قوت ہونے کے باوجود پاکستان کی حالت یہ ہے کہ جب حادثہ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد امریکی وزیر خارجہ کا جنرل پرویز مشرف کو فون آیا تھا تو اس وقت جنرل پرویز مشرف نے پاکستان بھر سے نمائندہ زعمائے ملت کو جمع کیا، اور تین اہم مواقع پر ہمارے ساتھ ان کی نشستیں ہوئیں۔ پہلی ہی مشاورت میں ہم نے اُنہیں کہا تھا کہ کسی بلیک میلر کی پہلی

www.KitaboSunnat.com

بات کا انکار کرنا ضروری ہوتا ہے، اگر اس کی ابتدائی بات مان لی جائے تو اس کے بعد تسبیح کے دانوں کی طرح تمام کی تمام باتیں ماننی پڑتی ہیں، چنانچہ حالات نے بتایا کہ پرویز مشرف نے درجہ بدرجہ امریکہ کی وہ تمام باتیں مان لیں جس کے منظور ہونے کی امریکہ کو بھی اُمید نہ تھی۔

اس وقت تو پاکستان میں جمہوری حکومت موجود ہے، لیکن افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ موجودہ جمہوری حکومت پرویز مشرف سے بھی بڑھ کر امریکہ کو وفاداری کا یقین دلا رہی ہے۔ اِدھر سوات آپریشن کی تیاری شروع ہوئی۔ اُدھر ہمارے صدر داد لینے اور یہ بتانے کے لئے امریکہ پہنچ گئے کہ ہم نے وہ کام شروع کر دیا ہے جو امریکہ کا ایجنڈا اور دیرینہ مطالبہ تھا۔ البتہ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اس وقت تک صوفی محمد کے بعض بیانات یا طالبان کے کردار کے بارے میں جو باتیں میڈیا میں آئی ہیں، اس کی رو سے یہ لوگ انتہا پسند ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: ان لوگوں کو کیونکر معصوم قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ آپ دیکھیں کہ خودکش حملے ہوئے، مساجد کو لہو سے رنگین کیا گیا، یہ زیادتیاں ان کی طرف سے ہوئی ہیں!!

حافظ صاحب: جب اس طرح کا کوئی واقعہ ہو تو سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ایسے واقعات کا ارتکاب درحقیقت کن لوگوں نے کیا ہے؟ مثال کے طور پر کچھ واقعات مزارات کے بارے میں ہوئے ہیں، جس پر ہمارے ہاں بریلوی مکتبِ فکر بہت سیخ پا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مزاروں کی توہین کی گئی ہے، لیکن دوسری طرف میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تحریکِ نفاذِ شریعت کے سربراہ صوفی محمد نے حکومت سے جس 'نظامِ عدل ریگولیشن' کی تعمیل کا مطالبہ کر رکھا ہے، اس کے پہلے شیڈول میں یہ شق موجود ہے کہ پاکستان میں ۱۹۷۵ء کے 'تحفظِ نوادارات' قانون کی پابندی کی جائے گی۔ واضح ہے کہ جب وہ نوادارت کے تحفظ کا معاہدہ کر رہے ہیں تو ان کے اندر یہ مزار بھی شامل ہیں، جن کے تحفظ کا وہ معاہدہ کر رہے ہیں۔ تو جب 'تحریکِ نفاذ شریعت' نے 'تحفظِ نوادرات' کا معاہدہ ومطالبہ کر رکھا ہے تو وہ لوگ خود ایسی حرکت کیسے کر سکتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: مگر اس کے باوجود اُنہوں نے مزارات کو نقصان پہنچایا۔

حافظ صاحب: میں اسے تحریکِ نفاذ شریعت کے خلاف پروپیگنڈہ سمجھتا ہوں، کیا صوفی محمد

www.KitaboSunnat.com

نے اُنہیں نقصان پہنچایا ہے؟

ڈاکٹر صاحب: ہم اس میں نہیں پڑتے کہ کس نے یہ کام کیا ہے، لیکن مزارات کو نقصان تو پہنچا ہے؟ قبروں سے لاشیں نکال کر لٹکائی گئیں، یہ سب کچھ ہوا، لیکن فی الحال اس کو چھوڑ دیں، کیونکہ یہ ایک مستقل بحث ہے، آپ یہ فرمائیے کہ سوات کی موجودہ صورتِ حال میں نقل مکانی کر کے آنے والے لوگوں کے لئے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ علماء کو کیا کرنا چاہیے، ماشاء اللہ آپ جیسے قابل افراد موجود ہیں، جو دین کا شعور رکھتے ہیں..... ہم اس وقت کیا کریں؟

حافظ صاحب: اَفراد کی نقل مکانی کا مسئلہ واقعتاً بہت بڑا المیہ ہے، اس المیہ کے افسوسناک ہونے کے بارے میں تو تمام لوگ کہہ رہے ہیں، لیکن 'عالم آن لائن' کا تقاضا کچھ اور بھی ہے کہ اس کی وہ وجوہ جانی جائیں جو خاص طور پر اس المیہ کا سبب بنی ہیں۔ یوں بھی 'تحریکِ نفاذ شریعت محمدیؐ' شریعت کے نفاذ کی تحریک ہے، اس کے موقف اور کوتاہیوں کو یہاں زیر بحث آنا چاہئے۔ شریعت کے طالبِ علم کی حیثیت سے ہمیں اس کا شرعی جائزہ لینا چاہئے، اس لیے کہ پاکستان میں اسلام کے مخالفت کی دس سالہ جنگ کے بعد نفاذِ شریعت کی یہ آواز گویا ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا ہے جس میں شرعی نظام عدل کو قائم کرنے کی بات کی گئی ہے۔

پاکستانی عوام نے قیام عدل کی ایک تحریک تو وکلا کے ساتھ چلائی جو ۱۵/ مارچ کو کامیاب ہوئی اور اس کے نتیجے میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی بحالی ہوئی اور ہمارے مروّجہ نظامِ عدل کو جمہوری طور پر آزادی ملی۔ اور اس کے ساتھ دوسری 'تحریکِ نفاذ شریعت محمدی' بھی قیام عدل کا ایک اہم سنگِ میل ہے جس کے پس پردہ وہ معاہدۂ امن ہے جس پر قومی اسمبلی کی قرار داد پاس ہونے کے بعد بالآخر صدر صاحب نے دستخط بھی کر دیے۔ یہ بھی ایک خوش کن خبر تھی، اور اس سے یہ اُمید بندھی تھی کہ بالآخر پورا پاکستان اپنے مقصدِ قیام کی طرف لوٹ جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب: لیکن یہاں صوفی محمد کو اپنی زبان کو بھی تھوڑا سا کنٹرول رکھنے کی ضرورت تھی۔ صوفی محمد صاحب کو جلسہ کر کے ایسی تقریر کرنے اور بعد میں انٹرویو دینے کی کیا ضرورت تھی جس کی وجہ سے پوری قوم میں شبہات پیدا ہوئے۔ علماء بھی کہتے ہیں کہ اس میں بعض بیانات قابل غور ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ صوفی محمد سے یہ موقف اُگلوایا گیا، اور ان کے یہ پرانے خیالات جو عوام کے لئے ان کی ذات کے حوالے سے نئے تھے، پھیلا کر ان کے خلاف رائے عامہ ہموار کی گئی۔

ڈاکٹر صاحب: لیکن یہ تو صوفی محمد کا اپنا جلسہ تھا، اس میں کون سوال پوچھنے والا تھا؟

مدنی صاحب: آپ درست فرما رہے ہیں کہ صوفی محمد صاحب نے جلسہ کے بعد اپنے انٹرویو میں جو کچھ کہا ہے، اس کی کوئی بھی حکیمانہ نظر رکھنے والا شخص تائید نہیں کرے گا، کیونکہ وہ فراست ودانائی کے منافی باتیں ہیں اور پھر بھی یہ ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں عوام کوئی گہرا شعور نہیں رکھتے، مثال کے طور پر اسمبلیوں یا آئین کو نہ ماننے کی بات کہہ دینا، یا یوں کہہ دینا کہ ہماری نماز فلاں فلاں کے پیچھے نہیں ہوتی، ایسے نقطہ نظر کی کوئی بھی شخص تائید نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ یہ انتہا پسندانہ نظریات ہیں جنہیں عام لوگ گوارا نہیں کرتے۔

ڈاکٹر صاحب: کیا صوفی محمد کے پیش کردہ نظامِ عدل کو نافذ کرنا چاہیے؟

مدنی صاحب: ڈاکٹر صاحب! یہاں ایک بات قابل توجہ ہے: صوفی محمد کے اخبارات میں شائع شدہ موقفکو اگر غلط بھی تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا موقف رکھنے والوں کی ہمارے قانون یا اسلام نے کیا سزا مقرر کی ہے؟ کیا ایسے بیانات کی سزا یہ ہے کہ اس بنا پر اُنہیں قتل کردیا جائے۔ چنانچہ فوجی کاروائی کی اصل وجہ یہ بیانات دینا نہیں بلکہ اس کے پس پردہ محرکات کچھ اور ہیں۔

ہمارے ہاں بعض اوقات قرآنِ مجید کے خستہ اوراق کو تلف کرنے کے لئے کچھ لوگ انہیں دفن کرنے سے قبل جلا دیتے ہیں، جس پر بعض لوگ ایسے شخص کے خلاف مشتعل ہوکر اس پر بدترین ظلم شروع کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی توہین ہوئی ہے جیسا کہ گوجرانوالہ کے اندر کچھ عرصہ قبل ایک حافظِ قرآن کو اسی وجہ سے مارو! مارو!، پکڑو! کی دہائی دے کر ختم کر دیا گیا، اسی طرح لال مسجد کے واقعہ میں غازی برادران کے بعض اقدامات کی سزا اُنہیں یہ دی گئی کہ نہ صرف غازی عبدالرشید بلکہ لال مسجد کی عام طالبات کو ہلاکت وبربادی سے دوچار کرکے نشانۂ عبرت بنا دیا گیا، یہ تو غلطی کو بڑا بنا کر ظلم کے جواز کے لئے استعمال کرنے والی بات ہوئی۔ دراصل سوات میں بھی جو کاروائی کی گئی ہے، اس میں ان بیانات سے یہی مقصد

www.KitaboSunnat.com

پورا کیا گیا کہ اب ہمارے لئے یہ آپریشن ناگزیر ہوگیا ہے!!

ڈاکٹر صاحب: لیکن جو بیانات صوفی محمد نے دیے ہیں وہ بھی صحیح نہیں تھے، اس کی وجہ سے ایک ماحول بن گیا۔ البتہ میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ نظامِ عدل کو نافذ ہونا چاہیے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ ہمیں اس پر اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔ پھر جس طرح صوفی محمد صاحب ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جو عوام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں، تو بہت سی باتیں مخالف اسلام دیگر لوگ بھی پاکستان میں کرتے ہیں، جب ہم اُنہیں برداشت کرتے ہیں تو اِسی طرح اِنہیں بھی برداشت کرنا چاہیے۔ نظامِ عدل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

مدنی صاحب: افسوس کہ ہم صوفی محمد کے سلسلے میں انصاف نہیں کر سکے۔ جہاں تک نظام عدل کی بات ہے تو دنیا بھر مثلاً مشرقی یورپ وامریکہ وغیرہ میں ایسی عدالتیں موجود ہیں کہ جہاں فریقین آپس میں فیصلہ کرانے کے لیے خود قانون کا تعین کر کے فیصلے کرواتے ہیں۔ ایسا اگر پاکستان میں بھی ہوجائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ بلکہ یہ تو پاکستان کے بنیادی مقصد کی طرف ہی پیش قدمی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب: مدنی صاحب! یہ سب کچھ تو ہوگیا، اب صورتحال تو یہ ہے کہ اس وقت جو تیرہ لاکھ لوگ کیمپوں میں اس وقت محصور ہیں، ان کے لئے علماء کو کیا کرنا چاہیے۔

مدنی صاحب: اس المیہ کا قوم کو پوری اجتماعی قوت سے سامنا کرنا چاہئے۔ جس طرح ۱۹۴۷ء میں لاکھوں لٹے پٹے لوگ پاک سرزمین پر آئے تھے اور ہم نے ان کو سنبھالا تھا، اسی طرح تین برس قبل زلزلہ کے وقت جو کچھ ہمارے لوگوں نے قربانیاں دی تھیں، ہمیں اسی داستانِ وفا کو دہرانا ہوگا۔ بلکہ بہت سے لوگ تو کیمپوں میں کم جارہے ہیں ان کے جان پہچان کے لوگوں نے اُنہیں اپنے گھروں کے اندر جگہ دی ہوئی ہے۔ بعض لوگ بے حس بھی ہیں، لیکن یہاں بہت سے احساس کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں، ان کو مزید توجہ دلائی جاسکتی ہے بلکہ ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میں خود اس صورتحال کو قابو کرنے کے لئے اپنی سی بھرپور کوشش کروں۔

یہ باتیں تو سب لوگ کررہے ہیں، کچھ باتیں ایسی بھی سامنے آنی چاہیے جو کوئی بھی نہیں کرتا، مثال کے طور پر میں یہ سوال اُٹھانا چاہتا ہوں کہ صوفی محمد نے جمہوریت کو کفر کہہ دیا، یا یہ

www.KitaboSunnat.com

کہ میری فلاں فلاں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس بیان کی وجہ سے وہ اس سزا کا حقدار ہو گیا ہے کہ اس کے بیٹے کی گردن اُڑا دی جائے۔ کیا ہمارا قانون اس سزا کی اجازت دیتا ہے؟

صوفی محمد کی تحریک کا بیس سالہ ماضی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ لوگ مجھ پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگاتے ہیں، لیکن میں نے تو آج تک کسی کا ٹماٹر تک نہیں توڑا۔ حالانکہ وہاں طالبان کا صوفی محمد کے ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تصور'' کے بارے اختلاف ہے، کیونکہ طالبان کا تصور صوفی محمد سے مختلف ہے، لیکن ان کے باہمی اختلاف کے باوجود صوفی محمد نے اس بات کی ذمہ داری اُٹھائی تھی کہ میں امن قائم کروں گا، ابھی امن معاہدہ کے تقاضے ہی پورے نہیں کئے گئے کہ فوجی آپریشن شروع کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بیس، تیس لاکھ لوگ ہجرت پر مجبور ہو گئے، جبکہ صوفی محمد اپنے عہد معاہدے کے ذریعے امن کوششوں کی دہائی دے رہے تھے۔

ڈاکٹر صاحب: یہ طالبان کا کیا پس منظر ہے؟

مدنی صاحب: امریکہ پاکستان کی جوہری قوت کو ختم کرنا چاہتا ہے جب کہ طالبان میں بعض شر پسند امریکہ کے اس ایجنڈے کی تکمیل کا سبب بن رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: مطلب یہ کہ طالبان ان کے ایجنٹ ہیں؟

مدنی صاحب: (سب طالبان کے بارے میں یہ کہنا درست) نہیں! جب کسی مقام پر کوئی تحریک چلتی یا کوئی شورش اٹھتی ہے تو اس میں غلط کار لوگ شامل ہو کر اپنے مذموم مقاصد پورے کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ طالبان اندر غلط کار لوگ شامل نہیں ہیں، بلکہ یہ یقینی امر ہے کہ ان کے اندر را کے ایجنٹ ہیں یا ہمارے دشمن بھی.....!

ڈاکٹر صاحب: کیا ان کے اندر خودکش حملہ آور نہیں ہیں؟

مدنی صاحب: کسی بھی پرامن شخص پر خودکش حملہ تو غلط بات ہے۔

ڈاکٹر صاحب: کیا پرامن شخص کے علاوہ کسی اور شخص پر یہ حملہ کیا جا سکتا ہے؟

مدنی صاحب: مسلمانوں اور کافروں کی دو بدو جنگ میں تو اپنی جان دی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب: کیا خودکش حملہ کر کے.....؟

www.KitaboSunnat.com

مدنی صاحب: قرآن کریم کی سورۃ البروج میں ایک شخص کا ذکر آیا ہے جس نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خاطر اپنے آپ کو مارنے کا یہ طریقہ بتایا تھا کہ میرا یہ تیر لو اور اس پر اللہ کا کلمہ پڑھ کر میرے یہاں مارو تو میں مر جاؤں گا، کیا یہ خودکش اِقدام نہیں ہے؟

ڈاکٹر صاحب: وہ تو بالکل مختلف بات ہے، اس کا اس سے کیا تعلق؟ آپ نے یہ کہا کہ صحابہ کا یہ طریقہ رہا ہے، حالانکہ صحابہ کرام تو شہادت کے لئے بے تاب و بے قرار رہتے تھے، غازی نہیں بننا چاہتے تھے۔ پھر بھی خودکش حملہ انہوں نے نہیں کیا۔ خودکش حملہ آور تو یہ سوچ کر جاتا ہے کہ میں نے شہید ہی ہونا ہے۔

مدنی صاحب: ساٹھ ہزار افراد پر جب ساٹھ آدمی حملہ آور ہوں تو کیا یہ خودکش حملہ نہیں ہے۔ کیا خالد بن ولیدؓ نے ساٹھ ہزار پر ساٹھ آدمیوں کو لے کر حملہ نہیں کیا۔ کیا یہ خودکش حملہ نہیں ہے جبکہ ساٹھ کا ساٹھ ہزار سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب: اس طرح تو ایک ہزار افراد پر تین سو تیرہ نے حملہ کیا تو کیا یہ خودکش حملہ ہوگا، نہیں، جی! یہ بالکل خودکش حملہ نہیں ہے۔

مدنی صاحب: اس وقت ہم خودکش حملے کی حمایت نہیں کر رہے۔

ڈاکٹر صاحب: طالبان میں ایسے ہی لوگ گھسے ہوئے ہیں جو خودکش حملے کرتے ہیں۔

مدنی صاحب: واضح رہے کہ خودکش حملے کے بارے میں ہم یہ تو کہتے ہیں کہ اس شخص نے معصوموں کو ہلاک کر دیا ہے، لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس شخص کے اندر کیا احساس محرومی ہے جو اپنے آپ کو پہلے ختم کر رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: وہ تو پاگل ہے؟

مدنی صاحب: پاگل پن کی وجوہات کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو اصل وجہ کوئی ضرور ہوگی، کیونکہ کوئی شخص بلاوجہ اپنی جان سے نہیں کھیل سکتا، یقیناً شدید محرومی (Frastration) یا ظلم کا احساس ہی اس کو اس انتہائی اقدام پر مجبور کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ذہنی پسماندگی ہے کہ آپ اپنا حق اور بات کہنے کے لئے کسی غلط رستہ کو اختیار کریں۔ مدنی صاحب! پوری دنیا اس وقت یہ پروگرام دیکھ

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے، ہمیں تو اسلام کا وہ امیج بتانا ہے جو اسلام کی اصل حقیقت ہے۔ ہمیں یہ بات نہیں کہنی چاہیے کہ خودکش حملے درست ہیں۔ ہم اپنا کیس خود خراب کرتے ہیں، پھر ہم دوسروں کو کوستے ہیں۔ ہمیں تو ایسے حملہ آور کو سمجھانا چاہئے کہ تو پاگل ہوگیا ہے، تمہارا تو یہ احساس ہی ختم ہوگیا ہے کہ زندگی میری بھی گئی اور دوسروں کی بھی۔

مدنی صاحب: ڈاکٹر صاحب! میں خود خودکش حملے کی حمایت نہیں کرتا بلکہ میں تو خودکش حملے کی وجہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب: ہاں، یہ وجہ بالکل ہوسکتی ہے۔

مدنی صاحب: چند دن قبل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ریکٹر فتح محمد ملک نے کہا تھا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ امریکی ظلم کے خلاف لوگوں کا ردّعمل ہے۔ اگر ہم اس ری ایکشن کا خاتمہ نہیں کرتے تو اس نوعیت کے انتہائی اقدامات کا خاتمہ بھی مشکل ہے۔ غرض میں معصوم جانوں کے ضیاع کے لیے طالبان کی ہم نوائی میں خودکش حملہ کی حمایت قطعاً نہیں کررہا بلکہ میں اس کی اصل وجہ پیش کررہا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب! جہاں تک یہ المیہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں لوگ بے گھر ہوگئے، ان کے بارے میں آپ جو بھی تجزیہ کریں اور جو بھی توجہ قوم کو دلائیں تو یہ بڑا قابل قدر کام ہے اور الحمد للہ آپ ایک اہم ملی فریضہ انجام دے رہے ہیں کہ ہم مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہوں، لیکن جو چیزیں اس وقت میڈیا میں نہیں آرہیں، ان سے بھی ہمیں قوم کو باخبر کرنا چاہئے۔ میں صوفی محمد کے طریقہ کار سے اتفاق نہیں کرتا بلکہ تمام مکاتبِ فکر کی ایک مرکزی 'ملی شرعی کونسل' کے گذشتہ دنوں لاہور میں تین اجتماعات ہوئے، پہلے بریلوی مکتبِ فکر کے ہاں جامعہ نعیمیہ میں ہوا، پھر دیوبندی مکتبِ فکر کے ہاں جامعہ اشرفیہ میں، پھر اہل حدیث کے مرکزِ قادسیہ میں علما کا ایک نمائندہ اجتماع ہوا۔ ان اجتماعات میں تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے اس بات کی حمایت کی کہ صوفی محمد سے مل کر، میڈیا میں ان کے خلاف جو یک طرفہ پیغام جارہا ہے اس کی وضاحت حاصل کرنا چاہئے۔ ضروری ہے کہ میڈیا میں تصویر کا دوسرا رخ بھی آئے۔ یہ امر بھی خوش آئند ہے کہ تمام لوگ صوفی محمد کی حکمتِ عملی سے اختلاف کرتے ہیں، ان کے انتہا پسندانہ بیانات سے کوئی بھی اتفاق نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ موقع فتویٰ

www.KitaboSunnat.com

بازی کا نہیں۔ لوگوں کو اسلام کے بارے میں مطمئن کرنے کا رویہ اپنانا چاہیے، لیکن یہ بات بطورِ خاص سامنے رہنی چاہئے کہ سوات وغیرہ میں اب ایسی صورت حال کیوں بنی ہے، نائن الیون سے پہلے یہ طالبان کہاں تھے؟

نائن الیون سے پہلے طالبان کی طرف سے خودکش حملے کیوں نہیں تھے۔ یہ خودکش تب کہاں تھے؟ جن کو ہم آج خودکش کہہ کر ان کی مذمت میں متفق ہیں۔ یہ درست ہے کہ نائن الیون ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس کے بعد ہم نے جوہری قوت ہونے کے باوجود امریکہ کے سامنے سرنڈر کر دیا اب اگرچہ فوجی حکومت کے بعد جمہوری حکومت آ گئی ہے، لیکن یہ جمہوری حکومت پہلے سے بڑھ کر اپنے آپ کو امریکہ کا وفادار ثابت کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ بلکہ ہم نے اپنے عوام کو تحفظ دینے کی بجائے ان کو بے یارو مددگار چھوڑ رکھا ہے اور فوجی کاروائی حکومت کا یہ پروگرام تھا بھی تو کم ازکم اس کا انتظام ہونا چاہیے تھا، تاکہ عوام کم سے کم متاثر ہوتے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ لوگوں کے گھروں کے اندر گولے گر رہے ہیں، گولیاں برس رہی ہیں اور لوگ وہاں سے صرف اپنے جسم پر موجود کپڑوں میں بے یارو مددگار نکل رہے ہیں۔

پھر زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ جو سوات و مالاکنڈ میں کیا جارہا ہے، یہ پاکستان کا اپنا ایجنڈا نہیں بلکہ امریکہ کا ایجنڈا ہے، جس کے لئے نیٹو افواج کو یہاں لاکر بٹھایا گیا ہے اور ڈرون حملے کیے جارہے ہیں، مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا جارہا ہے اور اس کے بدلے میں شرم کی بات ہے کہ یہاں خوشی کا اظہار کیا جارہا ہے کہ ہمیں اتنے ڈالرمل گئے ہیں، اس کا معنی تو یہ ہوا کہ ہم نے اپنے بچوں، عورتوں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بیچ کر ڈالر حاصل کرنے ہیں۔ اس سے زیادہ دکھ کی بات اور کیا ہوسکتی ہے!

ڈاکٹر صاحب! پروگرام کے آغاز میں آپ نے جو حدیث سنائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری بہت بڑی کثرت ہونے کے باوجود تم دنیا کے لئے اس طرح بے وزن ہوجاؤ گے جس طرح جھس ہوتا ہے۔ اسی فرمانِ نبویؐ میں یہ ذکر ہے کہ ''تم مال کے اُمیدوار بنو گے، مال کا لالچ کرو گے اور موت سے تمہیں نفرت ہوگی۔'' ہم نے کیا کیا ہے، یہ صرف مال کا لالچ ہے اور ہم برابر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اتنے ڈالرمل گئے ہیں۔ بھائی بہت ڈالرمل گئے ہوں گے لیکن یہ تو بتایئے کہ یہ جو بیس لاکھ لوگ بے گھر ہو گئے ہیں، یہ کس کی وجہ سے ہوئے ہیں؟

www.KitaboSunnat.com

اگر صورت حال یہ ہے تو کیا یہ سب کچھ امریکہ کے ایکشن کا ری ایکشن نہیں ہے؟ اگر طالبان زیادتی کر رہے ہیں تو دیکھئے! وہ عالم لوگ نہیں ہیں بلکہ انتقام و ردّعمل میں بپھرے ہوئے ہیں۔ ان کے طریقہ کار سے ہمیں اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن دوسوال یہاں ضرور ہیں کہ سب سے پہلے وہ لوگ تشدد پر کیوں اتر آئے۔ اتنی محرومی اور مایوسی کیوں پیدا ہوئی ہے؟ جب کوئی خودکش حملے کرتا ہے تو سب سے پہلے وہ آدمی اپنی جان دیتا ہے! جب وہ اپنی جان دے سکتا ہے تو اس کے نزدیک کسی کی قیمت نہیں ہوتی۔ اپنی جان وہ کسی شدید احساس کی وجہ سے دیتا ہے، اس کے اندر محرومی و مایوسی کی شدت ہوتی ہے!

ڈاکٹر صاحب: اپنے لوگوں کو ذبح اور اپنے لوگوں کو قتل کرنے سے امریکہ کو کیا فرق پڑا؟

مدنی صاحب: دیکھیں، یہ طریقۂ کار غلط ہے!

ڈاکٹر صاحب: یہ بات سو فیصد غلط ہے، محض جذباتی بات نہیں ہے۔

مدنی صاحب: یہ سارا کچھ غلط ہے، لیکن غلط کام کے بارے میں کم ازکم حکومت کو یہ بتانا چاہیے کہ غلطی کس قدر ہے؟ کیا اس غلطی کا معنی یہ ہے کہ اُن کے پرخچے اُڑا دیے جائیں یا سب کے سب لوگ ختم کر دیے جائیں۔

ڈاکٹر صاحب: یہ بالکل آپ نے صحیح فرمایا کہ ری ایکشن ہے، لیکن جو غلط ہے، وہ غلط ہے اس کو اچھا بھی نہیں کہنا چاہیے۔ یہ بتایئے کہ (پوری دنیا آپ کو سن رہی ہے)، آپ ایک تجویز اور نصیحت کے طور پر حکمرانوں کو کیا کہنا چاہیں گے کہ اُنہیں کس طرح سے اس معاملے کو ہینڈل کرنا چاہیے۔

مدنی صاحب: ہر ایک آدمی کو برابر کا مجرم سمجھ کر کے اس کے پرخچے اُڑا دینا درست نہیں ہے۔ اس وقت اپنے لوگوں سے ڈائیلاگ اور مکالمہ کی ضرورت ہے۔ یہ طالبان جن کو آپ شر پسند اور تشدد پسند سب کچھ کہہ رہے ہیں، اگرچہ مجھے طالبان کے رویے سے بالکل اتفاق نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ انہی علاقوں میں آباد تھے وہاں تو کوئی بدامنی نہیں تھی، امن موجود تھا۔ اَب مسئلہ یہ ہے کہ حکومت نے جو آپریشن شروع کر دیا ہے تو یہ بالکل بنگلہ دیش کی تاریخ دہرائی جارہی ہے، بنگلہ دیش میں جب ایک دفعہ آپریشن ہوا تھا تو ہم لوگوں نے پاک فوج کا ساتھ دیا تھا، لیکن اس کے بعد جو کچھ حشر ہوا ہے، وہ حشر بھی لوگوں نے

www.KitaboSunnat.com

دیکھ لیا۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ جس طرح لال مسجد کے سانحہ نے سوات کے المیہ کو جنم دیا ہے، سوات کا المیہ ایک نیا المیہ دکھا رہا ہے جس کے ساتھ پاکستان مزید کمزوری کا شکار ہوسکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: خاکم بدہن، اللہ اس سے ہمیں عافیت نصیب فرمائے!

مدنی صاحب: خاکم بدہن! اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم کرے۔ حکمران کو میری تجویز یہ ہے جو ہمیں بار بار ڈالروں کی نوید سنا رہے ہیں، میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ حکومت کے لوگ کھا جائیں گے، لیکن سوال یہ ہے کہ لوگوں نے بہت کچھ دیکھا کہ اتنے لوگ ڈالروں کے بدلے سپرد کر دیئے گئے۔ یہ اسلام نہیں ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو کسی کے سپرد کریں یا کسی کے کہنے پر اپنے بھائیوں کو تہہ تیغ کریں۔ ان کے ساتھ ڈائیلاگ ہونا چاہیے، ان کو ابھی بھی مطمئن کیا جا سکتا ہے لیکن صرف اس طرح مطمئن کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ جن پر اُنہیں اعتماد ہے، ان لوگوں کو درمیان میں لایا جائے جس طرح لال مسجد کے سانحہ میں علما کو لایا گیا تھا، اس وقت بھی ایسے علما موجود ہیں جن کو وہاں بھیجا جاسکتا ہے اور وہ مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: آپ جائیں گے وہاں؟

مدنی صاحب: میں جانے کے لئے تیار ہوں، اور اس کمیٹی میں میرا نام لکھا گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: کیا آپ قوم کے ساتھ وہاں جانے کا وعدہ کرتے ہیں۔

مدنی صاحب: بالکل جاؤں گا، میں اپنے ساتھ تمام مکاتبِ فکر: شیعہ، بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کو لے کر جاؤں گا۔ ملی شرعی کونسل اس بات کی خواہش مند ہے کہ مسلمانوں کا ایک ہی موقف سامنے آنا چاہئے اور لوگوں کو علما کی طرف سے انتشار کا پیغام نہیں ملنا چاہئے۔ لیکن یاد رہے کہ اس سے پہلے وفاق المدارس کا جو وفد سوات پہنچا تھا، ان کی ملاقات بھی نہیں ہونے دی گئی۔

ڈاکٹر صاحب: آپ کی کمٹمنٹ بہت اچھی ہے، آپ نے وعدہ کیا ہے قوم سے۔ بہت اچھی آپ کی سوچ ہے، بہت اچھی فکر ہے۔ ہم آپ کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ جائیں اور وہاں جا کر ان کے ذہن بدلیں وہ ذہن جو انسان دشمن ذہن ہو گئے ہیں، ملک دشمن تو بہت دور کی بات، انسان دشمن ذہن ہو گئے ہیں جو وحشی، خونی اور جنگلی ہو گئے ہیں۔ آپ ان ذہنوں کو بدلیں اور وہ صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے ہی تبدیل کیے جاسکتے ہیں! (ترتیب: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

عطا محمد جنجوعہ، سرگودھا

خلفاے راشدین کا تعین شورائی تھا!

خلافت میں خلیفہ کا تعین عوام کی بجائے اہل حل وعقد کرتے ہیں اور خلیفہ کے تعین کے لئے یہ اقدام 'بیعت خاصہ' کہلاتا ہے جو خلیفہ کی تعیناتی کے ساتھ اس کی اطاعت کی بیعت بھی ہوتی ہے جس کی توثیق وعہد بعد میں عامۃ المسلمین کی 'بیعتِ عامہ' کی صورت ہوتی ہے۔ لیکن خلیفہ کے درست تعین کا حقیقی دارومدار کسی بھی خارجی ودیگر منفعت کی بجائے دین الٰہی کے نفاذ کے لئے اَصلح ترین فرد کی صورت ہوتا ہے۔ یہ اصلح ترین فرد قریبی رشتہ دار بھی ہوسکتا ہے اور مسلمانوں میں سے کوئی موزوں ترین شخص بھی۔ مزید تفصیلات کے لئے علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب 'السیاسیہ الشرعیہ' اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی 'خلافت وجمہوریت' مطالعہ فرمائیں۔ ح م

فطری امر ہے کہ حاکم قوم کے نظریات محکوموں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ انقلابِ فرانس کے بعد یورپی ریاستوں میں جمہوری نظام رائج ہوا تو آزادی، مساوات اور اُخوت کے دلفریب نعروں کے اثرات محکوم مسلم ریاستوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں سرایت کر گئے جنہوں نے مغربی نظامِ سیاست کو بنیاد بنا کر اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اُنہوں نے خلافتِ راشدہ کے دور کو جمہوری قرار دیا اور ان کے بعد مسلم حکمرانوں کو ملوکیت کا طعنہ دے کر اسلامی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

تاریخ اسلام کے پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم حسن، قاہرہ (پی ایچ ڈی لندن) نے تجزیہ کیا کہ ''آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلفاے راشدین کا دور آیا، اس عہد میں فرمانروا کا انتخاب شوریٰ کے ذریعے کیا جاتا تھا، لیکن بنی اُمیہ اور بنی عباس کے عہدِ خلافت میں یہ جمہوری طریقہ خودسری اور موروثی حکومت کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ اس زمانہ میں شوریٰ کا وجود ختم ہوگیا اور انتخاب صرف نام کو رہ گیا۔ فقہا نے اسی بادشاہی نظامِ حکومت کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے اس قسم کی احادیث سے استدلال کی کوشش کی ہے کہ ''خلافت میرے بعد چالیس سال تک رہے گی، پھر جبر واستبداد کی حکومت ہوجائے گی۔''

www.KitaboSunnat.com

سرٹامس آرنلڈ کا خیال ہے کہ اس قسم کی بہت سی احادیث اس نظامِ استبدادی کی صحت کو ذہن نشین کرانے کے لیے آنحضرت ﷺ کی طرف غلط منسوب کردی گئی ہیں اور فقہاے اسلام نے اسی نظریہ کی تائید میں لکھا کہ ائمہ قریش سے ہوں گے۔''

(مسلمانوں کا نظم مملکت: ص۲۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

مصر میں پروان چڑھنے والے نظریات برصغیر میں نمودار ہوئے، چند سکالر صاحبان نے یورپی تہذیب وتمدن پر تنقید کی، لیکن مغربی نظامِ سیاست کو اسلامی لبادہ پہنانے میں عرق ریزی کی جن سے عصری تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والا طبقہ بھی متاثر ہوا اور اُنہوں نے برملا اظہار کیا:

''غلط بات ہے کہ سقوطِ خلافت ۱۹۲۴ء میں ہوا۔ سقوطِ خلافت تو اسی وقت ہوگیا جب دورِ خلافت کو منقطع کردیا گیا۔'' ('کتابِ خلافت' ص۱۶ از چوہدری رحمت علی)

جن خلفا کے دور میں مسلمانوں نے ہندوستان، سپین، خراسان اور افریقہ میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ حیرت ہے کہ جدت پسند مسلم سکالر اُن کو اس لیے خلیفہ تسلیم نہیں کرتے کہ اُن کو عوام نے منتخب نہیں کیا۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ جمہوری نظام کے طور طریقے کیا مسلمانوں کی اختراع ہے؟

'جمہوریت' مسلمانوں کا متعارف کردہ نظام نہیں۔

عالم عرب کے معروف سکالر ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے آزادئ رائے اور محاسبہ کے واقعات کی آڑ میں جمہوری نظام کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔ لیکن اس امر کا اعتراف انہوں نے بھی کیا ہے کہ جمہوریت مسلمانوں کی اختراع نہیں ہے:

''جمہوریت کو جمہوریت کا نام عطا کرنے والے اور اس کے اُصول وقواعد وضع کرنے والے اگرچہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہیں، لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کہ ہم غیر قوموں سے اچھی باتیں سیکھیں اور اُنہیں اختیار کریں حضور ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ حکمت و دانائی کی باتیں مؤمن کی گم شدہ دولت ہے جہاں سے اُنہیں یہ دولت مل جائے اُنہیں اختیار کرنا چاہئے چنانچہ حکمت و دانائی کی باتیں اور نفع بخش چیزیں اگر ہمیں غیر مسلموں سے ملتی ہیں تو ہمیں اُنہیں اختیار کرنا چاہئے۔ یہی حضور ﷺ کی تعلیم ہے اور اسی پر حضورؐ اور خلفاے راشدین کا عمل تھا۔'' (فتاویٰ ڈاکٹر یوسف القرضاوی: جلد دوم/ص۲۴۹)

www.KitaboSunnat.com

علامہ نے متعدد واقعات پیش کر کے اُمتِ مسلمہ کو دعوت دی ہے کہ غیر مسلموں سے حکمت کی باتیں حاصل ہو جائیں تو اُنہیں اختیار کر لینا چاہئے تاہم قرضاوی صاحب کی مذکورہ عبارت اس بات کا بھی بین ثبوت ہے کہ خلفاے راشدین کا دور جمہوری نہ تھا۔

اس جمہوری ملک میں ہر بالغ عاقل مسلمان قومی انتخاب میں حصہ لے سکتا ہے اور اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہے۔ جمہوری نظام میں کثرتِ رائے معیارِ حق ہے۔ مذکورہ اُصول کو مدنظر رکھ کر خلفاے راشدین کے انتخاب کا مطالعہ کریں۔ نبی مکرم ﷺ فوت ہوئے تو سعد بن عبادہ نے اَنصاریوں کو سقیفہ بن ساعدہ میں امر خلافت طے کرنے کے لیے اکٹھا کیا۔ تب حضرت ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ دیگر تین ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچے۔ انصار کے خطیب (ثابت بن قیسؓ) نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے معاون اور اسلام کی فوج ہیں اور اے مہاجرین! تم تھوڑی سی جماعت ہو جو اپنی قوم قریش سے نکل کر ہم میں آئی ہو اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تقریر میں انصار کی خدمات کا اعتراف کیا اور سعدؓ بن عبادہ کو رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد سنایا:

''اے سعد! تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا..... اس وقت تم موجود تھے..... کہ قریش امر خلافت کے والی ہیں، اُن کے نیک نیکوں کا اور فاجر فاجروں کا اتباع کرتے ہیں۔''

تو سعد نے جواب دیا کہ آپ نے سچ کہا کہ ہم وزیر ہوں گے اور تم امیر۔''

امامت قریش میں ہوگی!

خاتم النّبیین ﷺ کا فرمان سن کر اَنصار نے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اپنے سردار سے آنکھیں پھیر کر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔

انصار کو مذکورہ حدیث کی صحت پر اتنا اعتماد و یقین تھا کہ وہ تاریخ کے کسی موقع پر خلافت کے حصول کے لیے اُمیدوار بن کر سامنے نہیں آئے۔ لیکن لندن میں پی ایچ ڈی کرنے والے مصری سکالر ڈاکٹر حسن ابراہیم نے انگریز محقق سر ٹامس آرنلڈ کے کہنے پر اس کی صحت سے انکار کر دیا چونکہ جمہوری نظام میں ہر شہری صدارتی اُمیدوار بننے کا قانونی حق رکھتا ہے، لیکن اس حدیث نے خلافت کو قریش تک محدود کر کے اس جمہوری اُصول کی نفی کی ہے، اس لیے مغربی فلسفہ وفکر سے متاثر افراد نے انکار کر دیا۔

www.KitaboSunnat.com

امام ابن خلدون نے الأئمة من قریش کہ امام قریش سے ہوں گے، کے ضعف پر اپنے مقدمہ میں بحث نہیں کی۔ بلکہ اس شرط کی حکمت پر روشنی ڈالی:

''قریش کی زبردست عصبیت کے ماتحت امام میں قریش النسب ہونے کی شرط لگی تاکہ پوری ملت اتفاق واتحاد کے رشتہ میں منسلک ہوجائے اور انتظام وانصرام بہ احسن وجوہ تکمیل پائے چنانچہ جب امارت وامامت قریش کے ہاتھ میں آئی تو قبائل وفد نے اس کا ساتھ دیا تو پھر سارا عرب قریش کے سامنے سرنگوں ہوا۔ پھر اسلامی فوجوں نے دور دراز ملکوں کو اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ عہدِ بنی اُمیہ اور بنی عباس میں امامت کی یہی بڑھتی ہوئی شان وشوکت باقی رہی یہاں تک کہ خلافت کمزور پڑ گئی اور عرب عصبیت کا شیرازہ بکھرا'' (مقدمہ:ص۲۰۰)

تیرہ صدی تک کسی محدث یا فقیہ نے جن احادیث کو موضوع نہیں کہا، چودھویں صدی میں مصری ڈاکٹر حسن ابراہیم نے جمہوریت کی نفی کرنے والی حدیث کو سرٹامس آرنلڈ کا ریمارکس دے کر لکھ دیا کہ وہ ''حضور ﷺ سے غلط منسوب کردی گئی ہیں۔'' اسلامی تاریخ پر مغرب میں ریسرچ کرنے کا نتیجہ ہے کہ اُنہوں نے احادیث کی صحت کو پرکھنے کے لیے مغربی فکر وفلسفہ کو کسوٹی بنایا۔ جدیدیت کی یہی لہر مسلمانوں کے فکری زوال کا سبب ٹھہری۔

خلفاے راشدین کا تعین شورائیت سے ہوا

❶ واضح رہے کہ خلفاے راشدین مجلس شوریٰ کے مشورہ سے نامزد ہوئے، عوام کے ووٹوں سے منتخب نہیں ہوئے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہنگامی حالات کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ کی عزیمت اور تحمل مزاجی اور بشیر بن سعد انصاری کے خلوص نے خاطر خواہ اثر کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ''یہ ابوعبیدہؓ اور عمرؓ موجود ہیں، ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو۔ اس پر حضرت عمرؓ اُٹھے اور حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: ''آپ ہم سب میں سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے سب سے قریب ہیں، اس لیے ہم سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی سعد بن عبادہؓ کے سوا تمام حاضرین نے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ دوسرے دن مسجدِ نبوی میں اعلانیہ بیعت ہوئی۔

اکثریت کا دعویٰ کرنے والے انصار قبیلہ قریش کی عرب میں حیثیت اور ابوبکرؓ کی فضیلت سے متعلق دلائل سن کر حق خلافت سے دستبردار ہوگئے، اگر خلفاء راشدین کا دور جمہوری ہوتا تو

www.KitaboSunnat.com

انصار یا قریش میں سے خلافت کے اعلانیہ اور خفیہ دعویدار رائے شماری کا مطالبہ ضرور کرتے۔

❷ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی مرض الموت میں اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو شوریٰ سے مشورہ کیا تو حضرت عثمانؓ و دیگر ساتھیوں نے تائید کی کہ اُن کا باطن اُن کے ظاہر سے اچھا ہے۔'' جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت طلحہؓ نے مزاج میں سختی کا شکوہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ''وہ اس لیے تھی کہ میں نرم تھا، جب خلافت کا بوجھ سر پر پڑے گا تو سب سختیاں دور ہوجائیں گی۔'' لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کسی صحابی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ ''آپ خلیفہ کو نامزد کیوں کررہے ہیں، خلیفہ نے تو تمام مرد وعورتوں پر حکومت کرنی ہے، اس لیے وہ ووٹنگ کے ذریعے خود ہی کسی کو خلیفہ خود منتخب کرلیں گے۔'' اگر کسی نے شکایت نہیں کی تو ثابت ہوا کہ نامزدگی جرم نہیں۔ مسجدِ نبوی میں بیعتِ عام کو ووٹنگ سے تشبیہ دینا نامناسب ہے۔ حضرت عمرؓ کے مخالف تو کوئی اُمیدوار تھا ہی نہیں جس کو ووٹ دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسجدِ نبوی میں بیعتِ عام اطاعت کا اظہار تھی، رائے شماری ہرگز نہ تھی۔

❸ حضرت عمر فاروقؓ آخری وصیت فرمارہے تھے تو لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کسی کو خلیفہ بنا جایئے۔ آپ نے کہا کہ خلافت کا حق دار ان چند لوگوں کے سوا کوئی نہیں جن سے حضرت محمد ﷺ راضی رہے۔ اُنہوں نے عشرہ مبشرہ میں سے چھ صحابیوں کا نام لیا۔ حضرت عمرؓ کے بعد زبیرؓ نے حضرت علیؓ، طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو اور سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اختیار دے دیا۔ پھر عبدالرحمٰنؓ نے دونوں سے کہا: ''کیا تم مجھے مختار بناتے ہو، خدا کی قسم میں اُسی کو خلیفہ بناؤں گا جو افضل ہوگا۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے بدری و بیعت رضوان کے موقع پر مغفرت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ کو حق خلافت سے محروم کرکے صرف چھ افراد کو نامزد کیا۔ جمہوری اُصول کے مطابق کیا یہ درست فیصلہ تھا؟ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں مردم شماری کا کام علیحدہ شعبہ کی حیثیت اختیار کرچکا تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جمہوری انداز میں یہ کیوں نہیں کہا کہ میں اُس کو خلیفہ بناؤں گا جس کو مسلمان کثرتِ رائے سے منتخب کریں گے؟

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اسلامی سلطنت سوا لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی، لیکن

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ صرف اہل مدینہ کے چیدہ چیدہ احباب سے مسلسل تین دن رات مشورہ کرتے رہے، وہ احباب کی رائے کو حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے حق میں گنتے نہیں رہے بلکہ علم وشعور کی کسوٹی پر پرکھتے رہے۔ آخر کار اُنہوں نے اس بنا پر حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا تھا کہ وہ کتاب وسنت کے علاوہ پہلے دونوں خلفا کے نظائر کا بھی اتباع کریں گے، یہ بات حضرت علیؓ نے تسلیم نہیں کی تھی۔

ظاہر ہے کہ وسیع وعریض سلطنت میں لاکھوں نفوس پر مشتمل آبادی میں سے خلیفہ کے چناؤ کے لیے فردِ واحد کو ثواب دیدی اتھارٹی دینا جمہوری قواعد وضوابط کے عین منافی ہے۔

❹ شہادتِ عثمانؓ کے وقت بلوائی مدینہ پر چھائے ہوئے تھے اور پورے شہر کا نظم ونسق ان میں سے ہی ایک شخص غافقی بن حرب کے ہاتھ میں تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر تو متفق تھے، لیکن آئندہ کس کو خلیفہ مقرر کریں؟ اس بارے اختلاف تھا۔ مصری حضرت علیؓ کے حق میں تھے، کوفی حضرت زبیرؓ کو چاہتے تھے اور بصری لوگ حضرت طلحہؓ کو امیر بنانا چاہتے تھے مگر تینوں صحابہ کرامؓ نے ان کے مطالبہ کو مسترد کردیا۔ پھر وہ یکے بعد دیگرے سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے۔ اُنہوں نے صاف انکار کردیا کہ ہمیں امارت کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس ان لوگوں کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر ہم شہادتِ عثمانؓ کے بعد بغیر امیر کے تقرر کے اپنے شہروں کو چلے گئے تو ہماری خیر نہیں، چنانچہ ان لوگوں نے اہل مدینہ سے کہا کہ تمہیں دو دن کی مہلت ہے۔ اس دوران کوئی امیر مقرر کرلو، ورنہ اگلے دن ہم علیؓ، زبیرؓ اور طلحہؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں کو قتل کردیں گے۔ اس کے بعد وہ حضرت علیؓ کے پاس آئے، کہنے لگے، ہم آج امارت کے لیے آپ سے زیادہ مناسب کوئی آدمی نہیں سمجھتے۔ مسابقت فی الاسلام کی وجہ سے بھی اور حضور ﷺ کے ساتھ قرابت کی وجہ سے بھی۔ حضرت علیؓ نے کہا: ''ایسا نہ کرو، میں امیر بننے سے زیادہ وزیر بننا پسند کرتا ہوں۔'' لوگوں نے کہا خدا کی قسم! ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے۔ حضرت علیؓ نے کہا تو پھر یہ مسجد میں ہوگی۔

وہ حضرت علیؓ کو ہمراہ لے کر مسجدِ نبوی آئے۔ حضرت علیؓ کی خواہش کے باوجود اہل شوریٰ اور اہل بدر کے جمع ہونے کا موقع میسر نہ آسکا۔ حافظ ابن کثیرؒ کے بقول:

www.KitaboSunnat.com

''اُنہوں نے آپ سے اصرار کیا اور اشترنخعی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کی بیعت کر لی اور لوگوں نے بھی آپ کی بیعت کی۔'' (تاریخ ابن کثیر: جلد ہفتم رص ۴۴۶)

محاصرہ کے دوران مدینہ کے بہت سے افراد حالات کی سنگینی سے بچنے کے لیے دیگر علاقوں میں منتقل ہوگئے، تاہم جو کبار صحابہ کرامؓ موجود تھے، ان کا بلوائیوں سے اصرار تھا کہ مجلس شوریٰ خلیفہ کا تقرر کرے۔ تاہم حضرت علیؓ نے مدینہ منورہ کو مزید خون خرابہ سے بچانے کے لیے بیعت لینے کی حامی بھر لی۔ ماسوائے چند صحابہ کے مدینہ کے لوگوں کی اکثریت نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی۔ اُن کا اجتہاد درست تھا۔ اس میں جمہوری اُصول کثرتِ رائے کی تو تائید ہوتی ہے، لیکن جمہوریت کے دوسرے پہلو آزادنہ اور خفیہ ماحول کی بہرحال نفی ہوتی ہے۔

❺ جب ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو تلوار ماری تو لوگوں نے آپ سے کہا: امیر المومنین! خلیفہ مقرر کر دیجئے تو آپؓ نے فرمایا: ''میں خلیفہ مقرر نہیں کروں گا بلکہ تم کو اس طرح چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے تم کو چھوڑا تھا۔ یعنی خلیفہ مقرر کئے بغیر۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے تم سے بھلائی کرنی چاہی تو وہ تم کو اسی طرح تمہارے بہترین آدمی پر اکٹھا کر دے گا جیسے اُس نے رسول اللہ ﷺ کے بعد تم کو تمہارے بہترین آدمی پر اکٹھا کر دیا تھا۔'' (تاریخ ابن کثیر: جلد ۸ رص ۷۳۸)

جندب بن عبداللہ نے عرض کی: امیر المومنین! اگر آپ فوت ہو جائیں تو ہم حضرت حسنؓ کی بیعت کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''میں نہ تمہیں حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں، تم بہتر سمجھتے ہو اور جب حضرت علیؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بکثرت لا الہ الا اللہ کا ورد کرنے لگے اور اس کے سوا آپ کچھ نہ بولتے تھے۔'' (تاریخ ابن کثیر: جلد ہفتم رص ۶۴۱)

جب حضرت حسنؓ اپنے والدِ مکرم حضرت علیؓ کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو سب سے پہلے قیس بن سعد بن عبادہ نے آگے بڑھ کر آپ سے کہا: اپنا ہاتھ پھیلایئے، میں کتاب اللہ اور اُس کے نبی ﷺ کی سنت پر آپ کی بیعت کروں۔ حضرت حسنؓ نے سکوت اختیار کر لیا تو اُس نے آپؓ کی بیعت کر لی۔ پھر اس کے بعد لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔''

(تاریخ ابن کثیر: جلد ہشتم رص ۷۳۸)

تبصرہ وتجزیہ

پہلی روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ولی

www.KitaboSunnat.com

عہد نامزد کرنے سے اجتناب کیا۔ جب دوسری دفعہ عقیدت مند نے حضرت حسنؓ کا نام لے کر دریافت کیا تو مذکورہ بالا جواب ارشاد فرمایا۔ چونکہ اس سے تاثر ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان مشورہ سے منتخب کریں، اس بنا پر عصر حاضر کے مؤرخین خلافتِ حسنؓ کے ضمن میں اسی کو ترجیح دیتے ہیں، تاہم اس سے دوسرا پہلو نکلتا ہے کہ اگر باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ یا ولی عہد نامزد کرنا شریعتِ محمدیؐ میں ناجائز عمل ہوتا تو سائل کو دوٹوک الفاظ میں منع کردیتے اور وصیت نامہ میں جہاں دونوں بیٹوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور فواحش سے اجتناب کرنے کی وصیت کی وہاں اُن کو امورِ خلافت سے پرہیز کرنے کی وصیت کردیتے۔

حضرت عمرؓ سے بعض لوگوں نے عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنے کو کہا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ اپنے بیٹے کی جذباتی طبیعت اور آخرت کی جواب دہی کا جواز پیش نہ کرتے بلکہ سختی سے منع کردیتے کہ نسلاً خلافت منتقل کرنا شریعت میں ناجائز ہے۔

حضرت حسنؓ شوریٰ کے رکن قیس بن سعد کی تائید سے بیعت لینے پر رضا مند ہوئے، اس کے بعد تمام لوگوں نے آپؓ کی بیعت کرلی۔ یہ طرزِ عمل اُمتِ مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہے۔ کیونکہ حضرت حسنؓ کا دور بھی خلفاے راشدین میں سے ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے غلام حضرت سفینہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔'' اور حضرت حسنؓ بن علیؓ کی خلافت سے تیس سال مکمل ہوگئے۔ آپ ربیع الاوّل ۴۱ ہجری میں حضرت معاویہؓ کی خاطر خلافت سے دستبردار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات سے یہ پورے تیس سال بنتے ہیں کیونکہ آپؐ نے ربیع الاوّل ۱۱ ہجری میں وفات پائی۔'' (تاریخ ابن کثیر: جلد ۸/ص ۷۴۳)

خلفاے راشدین کا تیس سالہ دور 'خلافت علیٰ منہاجِ نبوت' پر تھا، اُن کا طریق کار صحیح وکامل معنوں میں طریق نبوت کے مطابق تھا۔ مخبر صادق ﷺ نے منہاجِ نبوت کی اہمیت سے آگاہ فرمادیا: «عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين» (سنن ابن ماجہ:۴۲)

حضرت علیؓ کے بعد اُن کے بیٹے حضرت حسنؓ کا انتخاب اور مدتِ خلافت بھی منہاجِ نبوت کا حصہ ہے اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ چنانچہ باپ کے بعد بیٹے میں امارت

www.KitaboSunnat.com

کے شرعی اوصاف ہوں تو اُمت کے اتحاد و یکجہتی کی خاطر اُس کو خلیفہ منتخب کرنا شرعاً ناجائز نہیں لیکن جمہوریت کے دعویدار مسلم مفکرین کے نزدیک یہ ملوکیت ہے۔ یہ طرزِ عمل سیاسی و قانونی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے حضرت حسنؓ تک خلفاے راشدین کا انتخاب دارالخلافہ میں مقیم شوریٰ کے مشورہ اور مسلمانوں کی اطاعتی بیعت سے ہوا۔ انتخاب کے دوران دیگر محکوم علاقوں کے مسلم مدبرین کے مشورہ اور بالغ رائے دہی کا ذکر تاریخ میں نہیں ہے۔ مجلس شوریٰ کے ارکان بھی بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ اہلیت و قابلیت اور دعوت وعزیمت کی قربانیوں کی بدولت معروف ہوئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کریں تاکہ پیش آمدہ مسئلہ کے تمام ممکنہ پہلوؤں پر غور وفکر کیا جائے کہ کون سا پہلو اقرب الیٰ الحق ہے اور کتاب وسنت سے مطابقت رکھتا ہے۔ خلفاے راشدین کے دور میں شورائی انداز میں فیصلے ہوتے رہے جمہوری دور کی طرح سروں کو گننے کا رواج قطعاً نہ تھا۔

نظامِ خلافت تدریجی انداز میں زوال پذیر ہوا !!

بنو اُمیہ (۶۶۱ء) سے لے کر عثمانیہ دور (۱۹۲۴ء) تک خلافتِ اسلامیہ قائم رہی، لیکن جدید مسلم مفکرین اس کو اسلامی حکومت تسلیم نہیں کرتے۔

'اسلامی حکومت' سے کیا مراد ہے؟

بنی نوع انسان کی اجتماعی زندگی کے لیے حکومت کا قیام ضروری ہے، وہ حکومت عوام کی عزت، جان و مال کے تحفظ کے لیے قوانین وضع کرتی ہے۔ جب حکومت پر فائز اپنی مرضی سے قوانین بنائے تو شخصی حکومت ہوئی جب درباریوں کے مشورہ سے قانون سازی کرے تو اَشرافیہ کہلائی اور جب عوام کی منشا کے مطابق قانون تشکیل کرے تو اسے عوامی حکومت کہا جاتا ہے۔

مذکورہ فلاحی حکومتوں کو مملکتِ سیاسیہ تو کہہ سکتے ہیں، لیکن دینی نہیں، کیونکہ یہ انسانی عقل کے مطابق قانون وضع کرتی ہیں اور ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے منافع حاصل کرسکے اور اس کی مضرتوں سے بچ سکے۔

www.KitaboSunnat.com

① علامہ ابن خلدون 'دینی حکومت' کی تعریف کرتے ہیں:

''اگر یہ قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرتب و وضع ہوکر کسی رسول یا نبی کے ذریعے مخلوق تک پہنچیں تو اس کو ہم 'سیاست دینی' سے تعبیر کریں گے..... نظامِ خلافت اس سے عبارت ہے کہ سب کو شرعی نقطہ نظر کے مطابق زندگی گزارنے پر آمادہ کیا جائے جس سے آخرت کی سعادت بھی نصیب ہو اور دنیا کی وہ مصلحتیں بھی بہم پہنچیں جو سعادت اُخروی میں معاون و مددگار رہیں۔'' (مقدمہ ابن خلدون: ص ۱۹۶)

عصر حاضر کی مسلم حکومتیں خواہ وہ آمرانہ ہوں یا عوامی طرز کی وہ انسان کی مادی فلاح کو مدنظر رکھ کر قانون سازی کرتی ہیں اور کہیں آخرت کی کامیابی کے لیے روحانی فلاح کا تصور تو ہرگز نہیں ہے۔

② مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ائمہ کے اقوال کی روشنی میں نظامِ خلافت کی تعریف کی ہے:

''مسلمانوں کی ایسی حکومت جو ارکانِ اسلام کو قائم رکھے، جہاد کا سلسلہ و نظام درست کرے، اسلامی ملکوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچائے اور ان کاموں کے لیے فوجی قوت کی ترتیب اور لڑائی کا سامان وغیرہ جو کچھ مطلوب ہو، اُس کا انتظام کرے، مختصر یہ کہ اسلام کا خلیفہ وہ حکمران ہوسکتا ہے جو اسلام و ملت کے لیے دفاع و جہاد کی خدمت انجام دے سکے۔''

(مسئلہ خلافت: ص ۱۲۶)

جہاں تک خلافت کی پیش نظر تعریف اور خلیفہ کے فرضِ منصبی کا تعلق ہے تو خلافتِ عثمانیہ تک مسلم حکومتیں اسلامی تھیں جنہوں نے اُمتِ مسلمہ کے دفاع اور اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد کا فریضہ سرانجام دیا۔

خلافتِ اسلامیہ کے دور تک وسیع و عریض علاقے فتح ہوئے جہاں کی مقامی آبادی اسلام کے نظامِ عدل سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئی، لیکن نئی نسل اس سے بے خبر ہے کیونکہ ثانوی درجہ تک علم تاریخ کا نصاب نوآبادیاتی دور کی تحریکِ آزادی تک محدود ہوکر رہ گیا ہے۔ یونیورسٹی سطح پر بنواُمیہ اور بنوعباسیہ کی تاریخ شامل نصاب رہی ہے، لیکن عثمانیہ دور کی تاریخ سے نئی نسل کو محروم رکھا گیا۔ بنواُمیہ اور عباسیہ کے دور میں فتوحات کا دائرۂ کار ایشیا اور افریقہ تک رہا، لیکن عثمانی ترکوں نے یورپ کے مرکز میں جاکر 'اللہ اکبر' کی صدا بلند کی۔

www.KitaboSunnat.com

ابوالکلام آزاد تحریر کرتے ہیں:

''عثمانی ترک نہ تو عرب پر قانع ہوئے نہ ایران وعراق پر، نہ شام وفلسطین کی حکومت اُن کو خوش کرسکی، نہ وسط ایشیا کی بلکہ تمام مشرق سے بے پروا ہوکر یورپ کی طرف بڑھے۔ اُس کے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کرلیا اور اور اس کی اندورنی آبادیوں تک میں سمندر کی موجوں کی طرح در آئے حتیٰ کہ دارالحکومت آسٹریا کی دیوار اُن کے جولانِ قدم کی ترکتازیوں سے بارہا گرتے گرتے بچ گئی۔ ترکوں کا یہ وہ جرم ہے جو یورپ کبھی معاف نہیں کرسکتا۔ مسلمانوں کا کوئی موجودہ حکمران خاندان اس جرم (فتح یورپ) میں اُن کا شریک نہیں ہے۔ اس لیے ہر حکمران مسلمان اچھا تھا جو یورپ کی طرف متوجہ نہ ہوسکا مگر یہ ترک وحشی وخونخوار ہے اس لیے کہ یورپ کا طلسم سطوت اُس کی شمشیر بے پناہ سے ٹوٹ گیا۔''

(مسئلہ خلافت، ص۱۱۶)

''مسلمانوں کے جس دورِ خلافت کو جدید مفکر اسلامی حکومت تسلیم نہیں کرتے، اس دور میں امریکی جہاز مسلمانوں کی اجازت کے بغیر سمندر میں حرکت نہیں کرسکتے تھے۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ''محض تقریباً دوسو سال قبل عثمانی خلیفہ سلیم سوم کے دورِ حکومت میں خلافت کا الجزائر کا گورنر اس وقت کے امریکہ سے سالانہ چھ سو بیالیس ہزار ڈالر سونے کی صورت میں اور بارہ ہزار عثمانی سونے کے سکے بطورِ جزیہ وصول کرتا تھا۔ اس ٹیکس کے جواب میں الجزائر میں امریکی قیدیوں کی رہائی اور امریکی جہازوں کی بحرالکاہل اور بحرقلزم سے حفاظت کے ساتھ گزرنے کی گارنٹی دی جاتی تھی کہ عثمانی خلافت ان پر حملہ نہیں کرے گی۔'' (روزنامہ انصاف: ۲؍ستمبر ۲۰۰۶ء)

اور آج افسوس کن صورتحال یہ ہے کہ امریکی بحری بیڑے مسلم بندرگاہوں پر لنگرانداز ہیں اور وہ افغانستان اور عراق پر میزائل داغ رہے ہیں۔

دورِ خلافت میں قائم وتابندہ رہنے والی حمیتِ اسلامی وہ بنیادی جرم تھا جس کو مغرب نے معاف نہیں کیا۔ اُنہوں نے سازشی جال پھیلا کر خلافتِ عثمانیہ کو پارہ پارہ کردیا۔ اگر جمہوری نظام میں ملتِ اسلامیہ کی یکجہتی وسلامتی اور اسلام کی عظمت وشرکت برقرار رہ سکتی تو ہمارے دشمن نظامِ خلافت ختم کرکے ترکی میں جمہوریت کو قطعاً رائج نہ کرتے۔

www.KitaboSunnat.com

مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

''خلافت تیس سال رہے گی۔ خلفاے راشدین کی حکومت ۱۱ ہجری سے ۴۱ ہجری تک رہی۔ وہ دراصل خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بشارت تھی جس کے بارے خود شارع علیہ السلام نے وضاحت فرما دی: «علیکم بسنتي وسنة خلفاء راشدین» (سنن ابوداؤد: ۴۶۰۷) تم پر میرا اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے۔''

دورِ نبوی کے بعد خلفاے راشدین کا طرزِ عمل مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ جن کو بنیاد بنا کر قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ تیس سال کے بعد نظامِ خلافت یکسر ختم ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت دائمی، ابدی اور عالمی حیثیت کی حامل ہو، پھر یہ کہنا کہ آپ کا رائج کردہ نظام ۳۰ سال تک رہا اس کے بعد یکسر ختم ہوگیا، یہ نظریہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ جن کے اَدوار کو نبی ﷺ نے بالترتیب بہترین زمانہ قرار دیا ہو، یہ کیسے ممکن ہے کہ اُن کے سامنے نظامِ خلافت کلی طور پر منہدم ہوگیا ہو اور وہ خاموش رہے ہوں؟ اگر باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی شرعی جرم ہوتا تو قرونِ اولیٰ کے مسلمان ضرور مزاحمتی کارروائی کرتے۔

بنو اُمیہ سے عثمانیہ دور تک محدثین وفقہاے کرام نے اسلام کی سربلندی کے لیے عزیمت کی داستان رقم کی۔ یہ درست ہے کہ قبائلی عصبیت کی بنا پر بغاوتیں ہوئیں، کہیں لہو ولعب کو ہدف بنا کر مخالفت کی گئی، لیکن کسی تحریک نے موروثی خلافت کے خاتمہ کے ایشو نہیں بنایا۔ کیا وہ سب شریعت کے بنیادی فرض کی تکمیل سے غافل رہے۔ ملتِ اسلامیہ کے عظیم فاتح حکمرانوں کے تاریخی کردار کو داغ دار کر کے نئی نسل کو اسلاف سے متنفر کرنا اسلام کی خدمت نہیں بلکہ مغرب نوازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اہل مغرب کے پرستار اعتراض کرتے ہیں کہ بعد کے دورِ حکومت میں جمہوری روح نہ تھی، وہ جمہوریت کی ماں برطانوی حکومت پر اُنگلی کیوں نہیں اٹھاتے کہ تمہارے ہاں آئینی طور پر بادشاہت کیوں قائم ہے؟

عام مشاہدہ کی بات ہے کہ کسی صوفی یا عالم نے دین کی خدمت کی یا مسجد و مدرسہ قائم کیا تو

www.KitaboSunnat.com

عموماً اس کی مسند یا ادارہ کی ذمہ داری اس کے بیٹے کے سپرد ہوتی ہے۔ کیونکہ باپ کے بعد اہل بیٹے کو منتقل کرنے میں حکمتِ عملی یہ ہوتی ہے کہ جماعت رحلقہ میں یکجہتی وسلامتی کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی نے خلافت کو ملوکیت میں منتقل نہیں کیا بلکہ یہ تدریجی عمل سے ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جو استحکام تھا، وہ عثمان غنیؓ کے آخری دور میں نہ رہا۔ بیرونی فتوحات کا سلسلہ حضرت عثمانؓ کے دور تک جاری رہا وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے دور میں رک گیا۔ ابوالکلام آزاد اس تدریجی عمل کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''نبوت و رحمت کی برکات کی محرومی وفقدان کا ایک تدریجی تنزل تھا۔ اور بدعات وفتن کے ظہور و اِحاطہ کی ایک تدریجی ترقی تھی جو حضرت عثمانؓ کی شہادت سے شروع ہوئی اور جس قدر عہدِ نبوت سے دوری بڑھتی گئی، اتنی ہی عہدِ نبوت اور خلافت و رحمت کی سعادتوں سے اُمت محروم ہوتی گئی۔ یہ محرومی صرف امامت وخلافت کبریٰ کے معاملہ میں ہی نہیں ہوئی بلکہ قوام و نظام امت کے مبادیات واساسات سے لے کر حیاتِ شخصی وانفرادی اعتقادی وعملی جزئیات تک ساری باتوں کا یہی حال ہوا۔'' (مسئلہ خلافت :ص۱۰)

تابعین کا زمانہ خوب ہے، لیکن اس کا صحابہ کرامؓ کے دور سے موازنہ کرنا نامناسب ہے، اس طرح بنواُمیہ کے دور کا خلفاے راشدین سے تقابلی جائزہ کرنا غیر دانش مندانہ فعل ہے، کیونکہ خلفاے راشدین کا دور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا عکس ہے، البتہ ملوکیت کا موازنہ کرنا چاہیں تو آپ امن وانصاف، دعوتِ دین، اُمتِ مسلمہ کا دفاع اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو بنیاد بنا کر اس جمہوری دور سے موازنہ کریں جو خلافت کے انہدام کے بعد مسلم ممالک میں رائج ہوا۔

مثلاً دورِ خلافت میں مساجد میں شرعی عدالتی فیصلے ہوتے تھے، آج عدالتوں میں۔ اُس دور میں اسلامی فقہ کو اتھارٹی حاصل تھی، آج عوامی تھانوں کو ہے۔ اس دور میں اسلامی قانون کے ماہر جج مقرر ہوتا تھا، آج مغربی قانون کا ماہر۔ یہ درست ہے کہ دورِ خلافت میں دین و دنیا میں تدریجی عمل سے خلیج حائل ہوئی، لیکن جمہوری دور نے ان کے مابین دیوارِ چین حائل کردی ہے۔

بنواُمیہ سے عثمانیہ دور تک نیک و بد حکمران آتے رہے تاہم کسی خلیفہ نے اسلام کے منافی قدم اُٹھایا یا قرآن وسنت کی من مانی تعبیر کی تو وہ راہِ حق میں عزیمت کا پہاڑ بن گئے۔ کوڑے کھا کر اَدھ موئے ہوگئے۔ جیل کی کال کوٹھڑیوں سے جنازے نکلے لیکن خلافت کی ایک ہی

www.KitaboSunnat.com

خاندان کی منتقلی پر کسی امام یا محدث نے مخالفت نہیں کی۔ اور وسیع وعریض سلطنت میں نہ سہی کم از کم دارالخلافہ میں بالغ رائے کی بنیاد پر انتخابات کرانے کا مطالبہ کبھی نہیں کیا گیا۔

یورپی اقوام نے مسلم ریاستوں پر تسلط جمایا تو اُنہوں نے مغربی فکر وفلسفہ کی بنیاد پر ایسا نصابِ تعلیم وضع کیا کہ ملتِ اسلامیہ کی نئی نسل کثرتِ رائے کے معیارِ حق ہونے کی ترجمان بن گئی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان سلیم اور سلطان محمود غزنوی کی حمیتِ اسلامی اور تاریخی کارنامے ماند پڑ گئے اور مغربی جمہوریت کے فکر وفلسفہ کے داعی اُن کے ہیرو بن گئے۔

روس میں سوشلزم کی بیخ کنی کے بعد کرۂ ارض میں نظامِ خلافت اور نظامِ جمہوریت کے مابین جنگ جاری ہے۔ عالمی سطح پر جو لیڈر جمہوری نظام پر یقین رکھتے ہیں اور حکومت کی تبدیلی کے لیے آئینی جدوجہد کرتے ہیں، اہل مغرب اُن کو گڈ بک میں جگہ دیتے ہیں۔ وہ لیڈر یا تنظیمیں جو اس کے علاوہ کسی اور نظام پر اعتماد رکھتی ہیں اہل مغرب کے نزدیک انتہا پسند، ظالم اور دہشت گرد ہیں۔ امریکی صدر بش نے اس بات کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے ذیل میں دی گئی رپورٹ سے ملاحظہ فرمائیے:

''جارج ڈبلیو بش نے کیلیفورنیا میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں عوام کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ ہم اکیسویں صدی کی نظریاتی جدوجہد میں ہیں۔ یہ جدوجہد اچھائی اور بُرائی کے درمیان ہے۔ یہ جدوجہد جمہوریت پر یقین رکھنے والوں اور ظلم وتشدد کی مدد کرنے والوں کے مابین ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دشمن ہمیں نقصان پہنچانے کے لیے مستقل منصوبہ بندی اور سازشوں میں مصروف ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد ہم نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ جب تک ان انتہا پسندوں کو شکست نہیں دے لیتے اور ان کا خاتمہ نہیں کر لیتے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔'' (نوائے وقت، لاہور: ۶/ اکتوبر ۲۰۰۶ء)

صہیونیت نے سوشلزم کی حوصلہ شکنی کرنے کے بعد اسلام کو اپنا ہدف بنالیا۔ نائن الیون کا حادثہ اس سازش کی کڑی تھی۔ پینٹاگون کی فرضی تحقیق میں جو مسلمان ملوث کئے گئے، اُن میں ایک بھی طالبان نہ تھا، لیکن طالبان کا قصور یہ تھا کہ اُنہوں نے اپنی قیادت کو بالغ رائے دہی سے منتخب نہیں کیا تھا۔ عوام سے قانون سازی کے اختیار سلب کر لیے اور فقہ اسلامی کو قانونی اتھارٹی دی۔ یہی جرم انتہا پسندی ہے جس کے وہ مرتکب ہوئے۔ یہ درست ہے کہ اہل مغرب

www.KitaboSunnat.com

وسطِ ایشیا کے معدنی وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، لیکن یہ ثانوی مقصد تھا۔ دراصل ان انتہا پسندوں کے نظام کو درہم برہم کرنا اُن کا بنیادی مقصد تھا، یہ نظریات کی جنگ ہے جس میں مالی مفادات بھی پیش نظر ہیں۔

مجاہدین نے عراق پر امریکی قبضہ کے فوراً بعد مزاحمت شروع کردی۔ آئے روز گوریلا کارروائیوں میں نیٹو فوجی ہلاک ہورہے ہیں۔مغربی تھنک ٹینک نے اتحادی فوج کی مایوسی اور مجاہدین کے تازہ دم ولولہ کو مدنظر رکھ کر تجزیہ کیا کہ عراق امریکہ کے لیے ویت نام بن چکا ہے۔ تب امریکہ میں بش کی عراق پالیسی کے خلاف مظاہرے ہوئے تو بش نے عوام کو اعتماد میں لینے کے لیے ہر جگہ کہہ رہا ہے کہ دہشت گرد از سرنو خلافت آئیڈیالوجی کو پھیلانا چاہتے ہیں ملاحظہ کیجئے:

''امریکی صدر بش نے ۱۱/اکتوبر ۲۰۰۶ء کو وائٹ ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے ایک ہی جملہ تین مرتبہ دہرایا کہ ''عراق میں امریکی فوجوں کی موجودگی صرف اس لیے ہے کہ دہشت گردوں کو خلافتِ اسلامیہ جیسی مملکت قائم کرنے سے روکا جاسکے۔'' بش نے اپنے خطاب میں مزید کہا کہ دہشت گرد خلافت آئیڈیالوجی کو پھیلانا چاہتے ہیں اور ایک ایسی مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں آزادی اور لبرل ازم کی کسی چیز کا کوئی تصور نہ ہو۔امریکی صدر بش نے کہا کہ خلافت اسلامیہ کی طرز پر انتہا پسندوں کی مملکت قائم ہونے سے امریکی و یورپی ممالک کے مفادات اور سلامتی کو شدید خطرہ لاحق ہوجائے گا۔'' (ہفت روزہ ندائے ملت: ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۶ء)

تاریخ اسلام کا دورِ خلافت جس میں مسلم حکمران یورپ میں داخل ہوکر دعوت و جہاد کا پرچم بلند کرتے رہے، حیرت ہے کہ مغربی فکروفلسفہ سے متاثر جدید مسلم سکالر بنواُمیہ سے بنی عثمانیہ کے دور کو اسلامی حکومت میں شمار نہیں کرتے، لیکن اہل مغرب آج بھی نظامِ خلافت سے لرزہ براندام ہیں۔

عراق کی آٹھ مزاحمتی تنظیموں نے 'دولت العراق الاسلامیۃ' کے نام سے اپنی حکومت کا اعلان کردیا ہے۔ یہ درست ہے کہ عرب حکمران محوِ استراحت ہیں،لیکن عرب عوام میں جہادی جذبہ اُمڈ آیا ہے۔ وہ اہل مغرب کے خدشہ کو حقیقت کا رُوپ دینے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ وہ خلافت آئیڈیالوجی کو مشرق ومغرب میں پھیلا کر رہیں گے۔ان شاء اللہ!

www.KitaboSunnat.com

حقائق و وقائع — حافظ عبدالرحمٰن مدنی

کیا سوات و مالاکنڈ میں بغاوت ہورہی ہے؟

سوات کی المناک صورتحال میں علما کے ایک متفقہ موقف اور نفاذ شریعت کی طرف پیش قدمی کے لئے ملی مجلس شرعی کے مسلسل اجلاس ہورہے ہیں، سوات معاہدے کے سلسلے میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے یہ مجالس شروع ہوئیں، بعد میں جامعہ اشرفیہ، پھر جامع قادسیہ میں تمام مکاتب فکر کے نمائندہ اجلاس ہوئے۔ جس کی خبریں اور اعلامئے اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ اس سلسلے کا چوتھا اجتماع مؤرخہ ۳۰ مئی بروز ہفتہ بعد نمازِ مغرب جامعہ نعیمیہ، لاہور میں منعقد ہوا، جس میں مختلف قائدین اور دینی جماعتوں کے نمائندہ رہنما شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر مدیر اعلیٰ محدث کا خطاب افادۂ قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

نحمده ونصلّي على رسوله الكريم! أما بعد

انسانی زندگی کا کوئی بھی معاملہ ہو، بالخصوص جنگ وغیرہ میں تو اس میں ردِّعمل کا کردار بڑا اہم ہوتا ہے اور ردِّعمل کے پیچھے اسباب ہوتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

«إن من أكبرِ الكبائرِ أن يلعنَ الرجل والِديه» قِيل: يا رسول اللهِ؟ وكيف يلعن الرجل والِديه؟ قال: «يسبّ الرجل أبا الرجلِ فيسبّ أباه ويسب أمَّه» (صحیح بخاری:۵۵۱۶)

''بدترین گناہوں میں سے ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی نہ دے۔ سوال کیا گیا کہ انسان اپنے والدین کو کیسے گالی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب تم کسی کے باپ کو گالی دو گے تو وہ جواباً تمہارے باپ یا ماں کو گالی دے گا (گویا تم نے خود اپنے باپ کو گالی دی ہے)۔''

اس وقت اہم مسئلہ یہ ہے کہ سوات اور مالاکنڈ میں درپیش صورتحال میں درست موقف کیا ہے؟ بعض لوگ اس کو خروج یا ہماری حکومت بغاوت سے تعبیر کررہی ہے، اور انہیں باغی قرار دے کر ان کے خلاف ہر ممکن طاقت کے استعمال کو جائز قرار دیا جارہا ہے۔ جبکہ درحقیقت اس وقت مسئلہ خروج کا نہیں، نہ ہی یہ بغاوت کا مسئلہ ہے بلکہ اس وقت طالبان یا صوفی محمد کا مسئلہ

دراصل عہد و پیمان اور اس کے اِیفا کا ہے۔

آپ حضرات کے علم میں ہے کہ ۱۹۹۴ میں نواز شریف کی حکومت سے صوفی محمد کا معاہدہ ہوا، پھر ۱۹۹۷ میں پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت سے ان کا نفاذِ شریعت پر معاہدہ ہوا۔ اب ۲۰۰۹ء میں دوبارہ پیپلز پارٹی سے معاہدہ ہوا۔ پیپلز پارٹی اور ہماری حکومت کا موجودہ سربراہ اپنی بے وفائی میں بڑا مشہور ہے، اب معاہدہ اس کے ساتھ ہوا۔ اس معاہدے میں یہ بات طے پائی کہ طالبان کے اقدامات کو صوفی محمد کنٹرول کریں گے۔ یاد رہے کہ صوفی محمد حکومت کے بالمقابل کوئی فریق نہیں بلکہ صوفی محمد طالبان کی حکومت سے جاری مخاصمت میں امن وامان کا محض ایک واسطہ ہے۔ یہاں ماشاء اللہ تمام علما تشریف فرما ہیں جو یہ بات جانتے ہیں کہ معاہدہ میں مقابل فریق کے فاسق وفاجر، کافر ومشرک اور عیسائی یہودی ہونے کی کوئی اہمیت نہیں۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں مشرکین سے معاہدہ کے بارے میں تذکرہ موجود ہے:

﴿بَرَاءَةٌ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الَّذِيْنَ عَهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ...﴾ (سورۃ التوبہ:۱)

''اللہ اور اس کا رسول ان مشرکین (کے سابقہ معاہدہ) سے اَب بری ہیں۔''

یہ چار ماہ کی مدت ان مشرکین کے لیے تھی جن سے غیر متعینہ مدت کے لیے معاہدہ ہوا تھا اور جن مشرکوں سے معاہدہ کسی متعین مدت کے لیے ہوا تو اگلی آیات میں آتا ہے کہ

﴿فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ﴾

''جب تک وہ معاہدہ پر قائم رہیں، آپ بھی معاہدہ کی پاسداری کریں۔''

اس وقت مسئلہ صوفی محمد کے خیالات کا نہیں ہے اور نہ ہی ان کے خیالات اس بارے میں اہم ہیں۔ میں اس بحث کو بھی طول نہیں دیتا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ یہاں دیگر مقررین نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ طالبان فورسز میں کچھ امریکی طالبان ہیں اور کچھ پاکستانی طالبان ہیں۔ یاد رہے کہ تمام غیر اسلامی اقدامات کرنے والے طالبان امریکی ایجنٹ ہیں، جن میں سے ہر آدمی کو یومیہ پانچ ہزار روپے یعنی ساٹھ امریکی ڈالر مل رہے ہیں اور جن کے پاس نیٹو کا اسلحہ ہے، جن میں را کے بھارتی ایجنٹ بھی موجود ہیں اور سارے ظلم وہ

کر رہے ہیں جب کہ پاکستانی طالبان کو بدنام کرنے کے لئے اپنے تمام ظلم اُن کے کھاتے ڈال دیتے ہیں، ورنہ مسلمان طالبان جو کچھ بھی ہوں گے، ان کے خیالات میں تنگ نظری تو ہوسکتی ہے لیکن ان میں اپنے اقدامات اور مسلمان بھائیوں کے سلسلے میں کوئی احتیاط ضرور پیش نظر ہوگی۔ بہر حال میں اس نکتہ کو مزید طول نہیں دینا چاہتا۔

جہاں تک اس مسئلہ کی نوعیت کا تعلق ہے تو یہ عہد و پیمان کا مسئلہ ہے۔ عہد و پیمان اگر مشرک یا کافر کے ساتھ ہو، تب بھی اس کی پاسداری ضروری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ «أدِّ الأمانة إلى من ائتمنك ولا تَخُنْ من خَانَكَ» (سنن ابوداود)

''جس کی امانت تیرے پاس ہے، اس کی امانت واپس کردے چاہے عہد کی صورت میں ہو یا کسی اور بھی صورت میں اور جس نے تیرے ساتھ خیانت کی تو اس کے ساتھ تو خیانت نہ کر''

یہاں بھی مسئلہ دراصل عہد و پیمان کا ہے۔ ۲۰۰۹ء میں جو نظام عدل ریگولیشن معاہدہ امن کی صورت منظور ہوا ہے، اس میں تحریک نفاذِ شریعت کے سربراہ صوفی محمد کو یہ ذمہ داری تفویض کی گئی کہ آپ نے طالبان کو کنٹرول کرنا ہے۔

اگر چہ ان کے داماد مولوی فضل اللہ پہلے ہی اس وجہ سے مظلوم ہیں کہ ان کے بھائی سمیع اللہ کو ۲۰۰۴ء میں ڈرون حملوں میں شہید کر دیا گیا تھا، لیکن اس ظلم کے باوجود فضل اللہ کا یہ بیان آیا کہ اگر یہاں شریعت کا نفاذ ہوجاتا ہے تو میں صوفی محمد کی بات تسلیم کرلوں گا اور ہم تمام لوگ ہتھیار ڈال کر پرامن ہوجائیں گے، اپنا غصہ تھوک دیں گے۔ اس کے باوجود دو طرح سے اس اہم معاہدہ میں خیانت کی گئی:

① اب بھی کہا جارہا ہے اور مولانا فضل الرحمٰن کا بیان بھی آج کے اخبارات میں آیا ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ مجھے ایک مقتدر شخصیت نے کہا تھا کہ سب سے پہلے بیت اللہ محسود کے ساتھ بات چیت کرو لیکن جب بیت اللہ محسود کا تقاضا یہ ہوا کہ ان کے خلاف فوجی حملے بند کئے جائیں تو اس بات کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ چنانچہ اصل مسئلہ اس فوجی کاروائی کا ہے جس کو حکومت امریکہ کے دباؤ میں جاری رکھنے پر مجبور ہے اور اس کو ختم نہیں کرسکتی۔

یہی بات صوفی محمد نے کہی تھی کہ میں طالبان کو کنٹرول اور پرامن کرتا ہوں لیکن حکومت کو

بھی ان کے خلاف کاروائی سے روکنا ہوگا۔ اِسی اثنا میں طالبان میں امریکی ایجنٹ بھی شامل ہو گئے۔ اگرچہ طالبان پاکستانی بھی ہیں اور غیر ملکی بھی لیکن یہاں میں حضرت علیؓ کا قول یاد دلاتا ہوں کہ حضرت علیؓ حضرت عثمان کے قاتلوں کو سزا کیوں نہ دے سکے؟ وہ کہتے تھے کہ جن لوگوں کو میں نے پکڑنا اور اُنہیں سزا دینا ہے، ان پر مجھے پہلے کنٹرول حاصل کرنا ضروری ہے۔ جب تک صوفی محمد پر ان کا اعتماد بحال نہیں ہوتا، اس وقت تک وہ طالبان جو ان کے اعتماد میں ہیں، اُن پر کنٹرول بھی ممکن نہیں ہوگا اور اس وقت تک امریکی طالبان درمیان میں خلط ملط ہونے کی وجہ سے شرانگیزی کرتے رہیں گے۔ اس بنا پر صوفی محمد کا راست مطالبہ یہ تھا کہ پہلے حکومتی کاروائیاں بند کی جائیں، لیکن ہماری حکومت کاروائی بند کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔

② علاوہ ازیں صوفی محمد کا یہ بھی تقاضا ہے کہ جرائم اور طالبان کو کنٹرول کرنے کے لئے حدود نافذ کرنا ضروری ہیں، اور میں اُنہیں شرعی سزا دوں گا۔ شریعت کی سزا دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ عدالتی طریقہ کار ۱۹۶۹ء سے قبل فوری فیصلوں کا سا ہو، نہ کہ ہماری پاکستانی عدالتوں جیسا جس میں سالہا سال تک فیصلے ہی نہیں ہوتے اور مجرم کو سزا ہی نہیں ہو پاتی۔ ان کا کہنا تھا کہ مجھے شریعت کا نظامِ عدل چاہیے جس کے ذریعے فوری سزا دی جا سکے۔ اسی نکتہ کو اُنہوں نے معاہدۂ امن میں بھی شامل کروایا تھا کہ یہاں اعلیٰ عدالتوں کے جج باہمی مفاہمت سے مقرر کئے جائیں گے۔ اس معاہدے کو توڑا گیا اور وہاں ایسے ججمقرر کر دیئے گئے جو اینگلو سیکسن لاء کے تربیت یافتہ ہیں، ان کے ذریعے پاکستان بھر میں امن وامان نہیں ہے۔ سوات کے لوگ پہلے ہی ان کے خلاف متفق ہیں تو صوفی محمد ایسے جج حضرات کے ذریعے کیوں کر بدامنی پر قابو پا سکتے ہیں؟

جہاں تک صوفی محمد کے ان بیانات کا تعلق ہے کہ جمہوریت کفر ہے یا جہادِ کشمیر ایک سرزمین کے حصول کے لئے ہے اور نفاذِ شریعت کے لیے نہیں تو صوفی محمد کے یہ بیانات کوئی آج کے نہیں بلکہ چودہ برس قبل بھی صوفی محمد کا یہی موقف تھا لیکن ان بیانات کو اُچھال کر ان سے یہ فائدہ اُٹھایا گیا کہ دیگر دینی تحریکیں جو اپنے علماء سے عقیدت رکھتی ہیں، اُنہیں یہ باور کرایا گیا کہ وہ تمام علما کو کافر کہتے ہیں، حالانکہ اُنہوں نے ایسا نہیں کہا۔ اُنہوں نے جمہوریت

کو کفر ضرور کہا لیکن جمہوریت پر عمل پیرا علماء سیاستدانوں کو کافر قرار نہیں دیا بلکہ اُنہوں نے کہا ہے کہ میری فلاں فلاں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ یہ مسئلہ بھی کافی گھمبیر ہے اور ہمارے ہاں ایسے فرقے موجود ہیں جو دوسروں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے لیکن کیا ہم محض اس بنا پر اُن کو قتل کر دیں گے؟

اس اَمر میں کوئی شبہ نہیں کہ صوفی محمد اور طالبان کے ہاں انتہا پسندی موجود ہے۔ اگر اُنہوں نے یہ بات کہہ دی ہے تو پھر بھی یہ معاملہ اتنا خطرناک نہیں، بلکہ اصل مسئلہ اس وقت یہ ہے کہ صوفی محمد نے کیا کوتاہی کی ہے اور دوسری طرف حکومت سے کیا غلطی ہوئی ہے جو آج صورتحال یہاں تک ابتر ہو چکی ہے کہ لاکھوں لوگ نقل مکانی پر مجبور اور ہمارے کئی علاقے بم دھماکوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ دن رات مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ صوفی محمد کے ساتھ ایک عہد ہوا۔ کیا وہ عہد ہمارے بے وفا صدر زرداری نے توڑا ہے اور اس نے فوجی آپریشن شروع کرایا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ اُس نے جب جج مقرر کیے تو وہ بغیر مفاہمت کے مقرر کیے؟ اس طرح گویا صوفی محمد سے معاہدے پر بظاہر دستخط کر کے عوام کو دھوکہ دیا گیا اور درونِ خانہ اس کی مخالفت کی گئی۔

ہمارا صدر امریکہ کو تحفہ دینے کے لئے وہاں چلا گیا اور اپنی فوج کو حکم دے دیا کہ ان پر حملہ کر دو اور اس کا محض یہ جواز تراشا گیا کہ صوفی محمد کے دو بیانات ایسے آ گئے ہیں کہ ان کے ساتھ پاکستانی عوام ردّعمل کا شکار ہو کر بدک جائیں گے۔ میڈیا پر پراپیگنڈہ شروع کر دیا گیا اور گویا تحریکِ نفاذِ شریعت کے ارکان اور طالبان کو کافر قرار دے کر ان کا خون حلال سمجھ لیا گیا۔ اگر وہ لوگ غلط اور انتہا پسندی کر رہے ہیں تو ان کے خلاف مقدمہ درج کرو اور ان کو پکڑو۔ یہ کیا بات ہوئی کہ سوات میں گولہ باری کر دو۔ میں آپکے سامنے وہ واقعات نہیں رکھ سکتا کہ جس طرح لوگ مارے جا رہے ہیں۔ ایک روز قبل ۲۹ مئی کے جنگ میں حامد میر کا سلگتا کالم 'رحمانی بخش کی آگ کون بجھائے گا؟' آپ پڑھ لیجئے اور آج کے نوائے وقت میں قاضی حسین احمد کا مضمون پڑھ لیجئے کہ کس طرح پرامن اور معصوم شہریوں پر گولہ باری ہو رہی ہے۔

میں آپ علماے کرام کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہاں مسئلہ قطعاً خروج یا بغاوت کا نہیں

بلکہ یہ مسئلہ نقضِ عہد کا ہے اور عہد توڑنے والا کون ہے جس نے صلح کے بعد عہد توڑا ہے، کیونکہ صلح کے بعد عہد توڑنے والوں کے بارے میں قرآنِ مجید یہی کہتا ہے کہ ان کے خلاف سب مسلمانوں کو اکٹھے ہو جانا چاہئے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾ (الحجرات:۹)

''اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے مابین صلح کروا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر سرکشی کرے تو تم اس سرکش سے اس وقت تک لڑائی کرو جب تک وہ اللہ کے حکم پر واپس نہیں لوٹ آتا۔''

﴿وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ * أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ * قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ * وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبہ:۱۲ تا ۱۴)

''اگر تم سے وعدہ کے باوجود وہ عہد شکنی کریں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو پھر ائمہ کفر سے لڑائی کرو، اب ان کے معاہدوں کا کوئی اعتبار نہیں رہا، شاید کہ اس طرح وہ باز آجائیں۔ تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جو عہد شکنی کرتے اور رسول کو نکالنا کا ارادہ بد کرتے ہیں، حالانکہ لڑائی کا آغاز بھی اُنہوں نے کیا تھا۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو جبکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے، اگر تم اس پر ایمان رکھتے ہو۔ تم ان سے لڑائی کرو، اللہ اُنہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا، ان کو رسوا کرے گا اور ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور مؤمنوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا۔ تمہارے دلوں کا غصہ جاتا رہے گا اور اللہ جس کو چاہتا ہے، اس کی توبہ قبول کرتا ہے، اور اللہ جاننے والا خوب حکمت والا ہے۔''

میں حکومت یا زرداری کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، البتہ بعض لوگ یہاں خروج کا مسئلہ پیدا کر دیتے ہیں تو میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ خروج یا بغاوت کا مسئلہ بالکل نہیں

ہے۔ اگر خروج کا کوئی مسئلہ ہے تو بلوچستان میں ہے، اگر کوئی بغاوت کا مسئلہ ہے تو ایم کیو ایم کی بغاوت کا مسئلہ ہے۔ سرحد میں صرف مسئلہ ایک ہی ہے کہ نظامِ عدل ریگولیشن میں شریعت کا نام آتا ہے اور امریکہ کا ایجنڈا یہ ہے کہ یہاں پورے پاکستان میں ہم نے ترکی کی طرح سیکولر نظام نافذ کرنا ہے۔ لہٰذا شریعت کا نام جہاں آ گیا، اس کے خلاف امریکہ اپنا ایجنڈا پورا کر رہا ہے اور ہم امریکہ کے ایجنٹ بن کے یہاں کام کر رہے ہیں۔

اس لیے دانش مندی یہ ہوگی کہ یہ نہ دیکھا جائے کہ ہمارے باہمی اختلافی مسئلے کیا ہیں، ہم ان کو بعد میں حل کرلیں گے۔ ان شاء اللہ! ہم آپس میں بیٹھیں گے، صوفی محمد کے ساتھ بھی بیٹھیں گے اور جو پاکستانی طالبان ہیں، صوفی محمد کو واسطہ بنا کر ہم اُن کے ساتھ بھی بیٹھیں گے لیکن ہم ان شاء اللہ یہ ظلم نہیں ہونے دیں گے کہ پاکستان میں شریعت کا حوالہ ہی مٹا دیا جائے۔

یہاں اگر کوئی بغاوت ہو رہی ہے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کی تائید کی جائے یا اس کو پھیلنے دیا جائے لیکن پاکستان کے موجودہ حالات میں فوجی کارروائی کوئی حل نہیں ہے۔ ایسے ہی اگرچہ خودکش حملہ کرنے والے کھلے مجرم ہیں، لیکن ایک بات ذہن میں رکھیں کہ یہ وہ مجرم ہیں جس نے سب سے پہلے اپنے آپ کو ختم کیا ہے، ایسے مجرم کا نفسیاتی تجزیہ ضرور ہونا چاہیے کہ اس کے اندر کیا محرومی اور مایوسی ہے؟ جب تک کسی کے اندر شدید محرومی اور مایوسی (Frustration) نہ پائی جائے، اس وقت تک کوئی شخص اپنے آپ کو ختم نہیں کرتا اور جو اپنے آپ کو ختم کرتا ہے، اس کو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔

میں اس لیے بار بار اس بات کو ذکر کر رہا ہوں کہ ان کو مجرم سمجھنے کے باوجود ہمارا امن وسکون تب ہی لوٹے گا، جب ہم ان محرومیوں کا تدارک کریں گے۔ یہ مایوسی اجتماعی طور پر کیوں پھیل رہی ہے۔ محرومی کا احساس اتنا کیوں پھیل گیا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو ختم کرنے کے لئے آمادہ ہو رہے ہیں۔ جب تک ان وجوہات کا خاتمہ نہیں ہوتا، اس وقت تک یہ لوگ باقی اہل وطن کو بھی چین وسکون کا سانس نہیں لینے دیں گے۔ ہمیں دانش مندی سے اپنے حالات کا تجزیہ کر کے معقول حکمتِ عمل وضع کرنا ہوگی، تب ہی درپیش چیلنجوں اور ملکی سلامتی کے عظیم مقصد سے عہدہ برا ہوا جاسکتا ہے۔ (ترتیب: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

حقائق و وقائع

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

سوات کا معاہدۂ امن کیوں کر سبوتاژ ہوا؟

۱۵؍فروری ۲۰۰۹ء کو پاکستانی حکومت اور تحریک نفاذِ شریعت محمدیؐ کے مابین ہونے والے معاہدۂ امن اور نفاذِ شریعت کی ہر مسلمان نے حمایت کی حتیٰ کہ ملا فضل اللہ نے بھی کہا کہ اگر شریعت نافذ ہوجاتی ہے تو وہ اپنا مسلح احتجاج چھوڑ کر پرامن ہوجائیں گے، لیکن افسوس کہ اس معاہدے کے دونوں فریقوں نے اس عظیم کامیابی کو ذمہ داری اور جہد و لگن سے نبھانے کی کوشش نہیں کی جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے بدترین ملکی المیے کی صورت میں موجود ہے۔

❁ اس معاہدہ کے ایک فریق صوفی محمد تھے جنہوں نے عظیم ذمہ داری قبول کی، امن مارچ کیا اور امن کیمپ بھی لگایا، اور اس عرصہ کے دوران اُنہوں نے کافی حد تک مسلح عناصر کو کنٹرول کرنے میں کامیابی بھی حاصل کی لیکن وہ میڈیا کے چبھتے سوالات پر مؤمنانہ فراست کا مظاہرہ نہ کرسکے۔ ایک ایسے مرحلے میں جب وہ نفاذ شریعت جیسے اہم نعرے اور ایک عالمی تحریک کی قیادت کررہے تھے جس کے خلاف دنیا کی بڑی قوتیں متفق و متحد تھیں، اُنہوں نے اپنے آپ کو سوات کے ایک محلے میں بیٹھ کر اہل سوات کے لئے بیانات جاری کرنے والا ہی خیال کیا، اور نفاذِ شریعت جیسی عظیم منزل کو اپنے نادر اور انتہا پسندانہ خیالات سے بری طرح متاثر کیا۔ اُنہیں ابلاغی جنگ کا اِدراک کرنا اور ایمانی فراست کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا، لیکن اُنہوں نے نہ صرف میڈیا کے سوالات کے جواب میں بلکہ اپنے جلسہ عام میں بھی ملک کی مسلمہ دینی قیادت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کے پیچھے نماز تک نہ ہونے کی بات کی، اُنہوں نے فتوائے کفر اور پگڑیوں کے رنگوں پر خیال آرائی شروع کی۔ آئین، جمہوریت اور جہادِ کشمیر پر ایسے بیانات دیے جس سے ان کی پیچھے متحد پوری قوم چند دنوں میں ہی ان کی مخالفت میں یکجا ہوگئی۔ اگر ان خیالات میں کوئی وزن بھی تھا تو یہ اُسلوب اور بیانات حکمت و فراست سے خالی تھے، وہ لمحہ

بھر میں پوری قوم کو صرف اپنے بیان کی قوت پر بدل دینا چاہتے تھے!!

ان بیانات کے نتیجے میں ان کا مشن بری طرح متاثر ہوا، اور ان کے مخالفین کو جہادِ کشمیر کے خلاف بیان دینے سے اُنہیں بھارتی ایجنٹ، آئین و جمہوریت کے خلاف بیان دینے سے ریاست کا باغی اور دینی قیادت کے خلاف بیان بازی سے متشدد اور انتہا پسند قرار دینے کا موقع ملا۔ امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے ایسے بیانات میں اسلام کی بجائے ان کے ذاتی رجحانات کارفرما تھے جس سے ان کو حاصل ہونے والی اخلاقی تائید ختم ہو کر رہ گئی۔ جو لوگ کوڑے لگانے کی خود ساختہ ویڈیو سے متاثر نہ ہوئے تھے اور اس کو امریکی سازش باور کرتے تھے، وہ صوفی محمد کے ان بیانات سے لمحوں میں برگشتہ ہو گئے۔

❁ میڈیا نے بھی اس قومی سانحہ کی درست نبض شناسی نہ کرتے ہوئے ماضی کی طرح اس کو دلچسپ چٹکلوں اور غیر ذمہ دارانہ صحافت کے اِظہار کا موقع گردانا۔ اس کے المناک نتائج جو آج برآمد ہو رہے ہیں، صد افسوس کہ خود کو باخبر اور باشعور ہونے اور قوم کو بحرانوں سے نکالنے کا دعویٰ کرنے والے میڈیا نے بھی اس المیہ کا ادراک نہ کیا اور صوفی محمد ایسے درویش منش شخص کو پیچیدہ سوالات میں اُلجھایا، ان کے جا بجا انٹرویوز نشر کر کے چبھتے سوالات داغے اور مصالحے دار رپورٹنگ کی۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ صوفی محمد کے یہ خیالات کوئی نئے نہیں تھے، لیکن اس موقع پر اُنہیں نمایاں کر کے چھاپنے سے میڈیا نے کس کا مقصد پورا کیا؟ یہ سوچنے کا مقام ہے!

جب صوفی محمد نے آئین پاکستان کو اسلامی قرار دیا اور کہا کہ ہمارے جج حضرات اس اسلامی آئین سے درست فیصلے نہیں کرتے، اس اہم بیان کو اخبارات کے ذیلی سطور میں جگہ دی گئی، لیکن ان کے آئین مخالف خود ساختہ بیان کو بڑھا چڑھا کر نشر کیا۔ نان ایشوز کو ایشوز بنا کر قوم کو اُلجھانا اور صوفی محمد سے بیان بازی کروانا میڈیا کا کارنامہ ہے۔ یہ میڈیا اس سے قبل خود ساختہ ویڈیو کو بغیر کسی تحقیق کے عوام میں بڑھ چڑھ کر پھیلانے کا سیاہ کارنامہ بھی انجام دے چکا تھا۔ قوم کو امن کی اس منزل سے دور کرنے اور المیہ سوات و مالاکنڈ تک پہنچانے میں میڈیا بھی برابر کا شریک ہے۔ لبرل میڈیا کے کارپردازان نے اپنی شریعت بیزاری کے اظہار کے

حقائق و وقائع

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

سوات کا معاہدۂ امن کیوں کر سبوتاژ ہوا؟

۱۵؍فروری ۲۰۰۹ء کو پاکستانی حکومت اور تحریک نفاذِ شریعت محمدیؐ کے مابین ہونے والے معاہدۂ امن اور نفاذِ شریعت کی ہر مسلمان نے حمایت کی حتیٰ کہ ملا فضل اللہ نے بھی کہا کہ اگر شریعت نافذ ہوجاتی ہے تو وہ اپنا مسلح احتجاج چھوڑ کر پرامن ہوجائیں گے، لیکن افسوس کہ اس معاہدے کے دونوں فریقوں نے اس عظیم کامیابی کو ذمہ داری اور جہد وگن سے نبھانے کی کوشش نہیں کی جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے بدترین ملکی المیے کی صورت میں موجود ہے۔

❁ اس معاہدہ کے ایک فریق صوفی محمد تھے جنہوں نے عظیم ذمہ داری قبول کی، امن مارچ کیا اور امن کیمپ بھی لگایا، اور اس عرصہ کے دوران اُنہوں نے کافی حد تک مسلح عناصر کو کنٹرول کرنے میں کامیابی بھی حاصل کی لیکن وہ میڈیا کے چبھتے سوالات پر مؤمنانہ فراست کا مظاہرہ نہ کرسکے۔ ایک ایسے مرحلے میں جب وہ نفاذ شریعت جیسے اہم نعرے اور ایک عالمی تحریک کی قیادت کررہے تھے جس کے خلاف دنیا کی بڑی قوتیں متفق و متحد تھیں، اُنہوں نے اپنے آپ کو سوات کے ایک محلے میں بیٹھ کر اہل سوات کے لئے بیانات جاری کرنے والا ہی خیال کیا، اور نفاذِ شریعت جیسی عظیم منزل کو اپنے نادر اور انتہا پسندانہ خیالات سے بری طرح متاثر کیا۔ اُنہیں ابلاغی جنگ کا ادراک کرنا اور ایمانی فراست کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا، لیکن اُنہوں نے نہ صرف میڈیا کے سوالات کے جواب میں بلکہ اپنے جلسہ عام میں بھی ملک کی مسلمہ دینی قیادت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کے پیچھے نماز تک نہ ہونے کی بات کی، اُنہوں نے فتوائے کفر اور پگڑیوں کے رنگوں پر خیال آرائی شروع کی۔ آئین، جمہوریت اور جہادِ کشمیر پر ایسے بیانات دیے جس سے ان کی پیچھے متحد پوری قوم چند دنوں میں ہی ان کی مخالفت میں یکجا ہوگئی۔ اگر ان خیالات میں کوئی وزن بھی تھا تو یہ اُسلوب اور بیانات حکمت و فراست سے خالی تھے، وہ لمحہ

بھر میں پوری قوم کو صرف اپنے بیان کی قوت پر بدل دینا چاہتے تھے!!

ان بیانات کے نتیجے میں ان کا مشن بری طرح متاثر ہوا، اور ان کے مخالفین کو جہادِ کشمیر کے خلاف بیان دینے سے اُنہیں بھارتی ایجنٹ، آئین و جمہوریت کے خلاف بیان دینے سے ریاست کا باغی اور دینی قیادت کے خلاف بیان بازی سے متشدد اور انتہا پسند قرار دینے کا موقع ملا۔ امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے ایسے بیانات میں اسلام کی بجائے ان کے ذاتی رجحانات کارفرما تھے جس سے ان کو حاصل ہونے والی اخلاقی تائید ختم ہو کر رہ گئی۔ جو لوگ کوڑے لگانے کی خود ساختہ ویڈیو سے متاثر نہ ہوئے تھے اور اس کو امریکی سازش باور کرتے تھے، وہ صوفی محمد کے ان بیانات سے لمحوں میں برگشتہ ہو گئے۔

❁ میڈیا نے بھی اس قومی سانحہ کی درست نبض شناسی نہ کرتے ہوئے ماضی کی طرح اس کو دلچسپ چٹکلوں اور غیر ذمہ دارانہ صحافت کے اِظہار کا موقع گردانا۔ اس کے المناک نتائج جو آج برآمد ہو رہے ہیں، صد افسوس کہ خود کو باخبر اور باشعور ہونے اور قوم کو بحرانوں سے نکالنے کا دعویٰ کرنے والے میڈیا نے بھی اس المیہ کا ادراک نہ کیا اور صوفی محمد ایسے درویش منش شخص کو پیچیدہ سوالات میں اُلجھایا، ان کے جا بجا انٹرویوز نشر کر کے چبھتے سوالات داغے اور مصالحے دار رپورٹنگ کی۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ صوفی محمد کے یہ خیالات کوئی نئے نہیں تھے، لیکن اس موقع پر اُنہیں نمایاں کر کے چھاپنے سے میڈیا نے کس کا مقصد پورا کیا؟ یہ سوچنے کا مقام ہے!

جب صوفی محمد نے آئین پاکستان کو اسلامی قرار دیا اور کہا کہ ہمارے جج حضرات اس اسلامی آئین سے درست فیصلے نہیں کرتے، اس اہم بیان کو اخبارات کے ذیلی سطور میں جگہ دی گئی، لیکن ان کے آئین مخالف خود ساختہ بیان کو بڑھا چڑھا کر نشر کیا۔ نان ایشوز کو ایشوز بنا کر قوم کو اُلجھانا اور صوفی محمد سے بیان بازی کروانا میڈیا کا کارنامہ ہے۔ یہ میڈیا اس سے قبل خود ساختہ ویڈیو کو بغیر کسی تحقیق کے عوام میں بڑھ چڑھ کر پھیلانے کا سیاہ کارنامہ بھی انجام دے چکا تھا۔ قوم کو امن کی اس منزل سے دور کرنے اور المیہ سوات و مالاکنڈ تک پہنچانے میں میڈیا بھی برابر کا شریک ہے۔ لبرل میڈیا کے کارپردازان نے اپنی شریعت بیزاری کے اظہار کے

لیے اس موقع سے خوب خوب فائدہ اُٹھایا۔

ایک طرف میڈیا کی قوم کو رہنمائی کی یہ حالت ہے کہ تین ماہ کے اخبارات پڑھ جایئے، نظامِ عدل کے بارے میں ایک سنجیدہ تجزیہ تو کجا اس کا اُردو ترجمہ بھی آج تک قوم کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکا۔ یاد رہے کہ روزنامہ جنگ میں تاحال اس کا نصف سے کم اور ناقص ترجمہ کئی اقساط میں شائع ہوسکا ہے۔ معاہدۂ امن کے حوالے سے وعدہ خلافی کس نے کی، اس کی سنجیدہ نشاندہی کی بجائے ہمارا بھاری بھرکم میڈیا مصالحے دار خبروں اور اُچٹتے تبصروں پر ہی انحصار کرتا رہا۔ یہ امریکی میڈیا کے اخبارات ہی ہیں جو آئے روز اپنی قوم کی خودساختہ دہشت گردی کی جنگ میں پاکستان کے ایٹمی پروگراموں اور حکومت کے خلاف نت نئی سازشوں کو ہوا دیتے رہتے ہیں، وہ پوری قوم مل کر ایک جنگ لڑتی اور اپنے شہریوں کو ایک رخ دکھاتی ہے جبکہ ہمارا میڈیا منتشر، غیر ذمہ دار اور اپنے قومی و دینی مقاصد سے ناآشنا ہے جس کا خمیازہ ہم آج بھگت رہے ہیں۔

❁ تحریک نفاذِ شریعت محمدی اور میڈیا کے ناروا کردار سے بڑھ کر اصل کوتاہی اور عہد شکنی ہماری حکومت نے کی جو دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں شریک ہونے کے جرم کے ساتھ ساتھ مرکزِ ریاست ہونے کے ناطے اپنے تمام شہریوں اور اربابِ ابلاغ کی کوتاہیوں کی بھی ذمہ دار ہے۔ معاہدۂ امن اور اسکے خاتمے کے سنگین مضمرات سے جس قدر حکومت آگاہ ہو سکتی ہے، کوئی اور نہیں ہوسکتا کیونکہ امن وسکون قائم کرنا حکومت کی ہی اوّلین ذمہ داری ہے۔

حکومت نے ۱۵؍فروری کو ایک درویش منش شخص صوفی محمد کو امن کی ذمہ داری سونپ کر پہلے تو دو ماہ تک اس معاہدے کو ٹالے رکھا۔ اس دوران متعدد بار صوفی محمد نے حکومت کو خبردار کیا، ڈیڈ لائنیں دیں اور معاہدۂ امن سے دستبردار ہونے کا کہا، آخر دو ماہ بعد جب ۱۳؍اپریل کو صدر دستخط کرنے پر مجبور ہوگئے تو رہی سہی کسر بیوروکریسی نے پوری کردی۔ نصف صفحے کے معاہدۂ امن میں وہ تمام باتیں جو پہلے سے صراحت کے ساتھ طے کردی گئی تھیں، اُنہی پر بعد میں اختلاف کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔

◉ سب سے پہلے سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے برتر ہونے کا شوشہ چھوڑا گیا، حالانکہ

معاہدۂ اَمن میں اس کا تعین واضح طور پر ان الفاظ میں موجود تھا:

''اس [کتاب وسنت، اجماع وقیاس] کے خلاف کوئی فیصلہ قبول نہیں ہوگا، اور اس کی نظر ثانی یعنی اپیل کی صورت میں ڈویژن کی سطح پر دارالقضاء یعنی شرعی عدالت بنچ قائم کر دیا جائے گا، جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔''

چند سطری معاہدہ امن کے متن کی اس واضح عبارت کے بعد سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی برتری کی بحث کو اُچھالنے کی بجائے اس کا سیدھا سا مطلب یہ بنتا ہے کہ ڈویژن کی سطح پر سپریم کورٹ کا ایک شرعی عدالت بنچ مقرر کر دیا جائے گا جو آخری اتھارٹی ہوگا، لیکن اس پر اخبارات میں بے جا بحث مباحثہ میں وقت صرف کیا گیا۔

◉ پھر اس معاہدہ کا اختتام جس اہم نکتہ پر ہوتا ہے وہ دارالقضا کا قیام ہے، جس کو شورش زدہ علاقے میں دو ماہ سے زیادہ مدت تک مؤخر کیا گیا، پھر دارالقضا کو قائم کرتے ہوئے ایک بار پھر معاہدۂ امن کی واضح خلاف ورزی کا ارتکاب کیا گیا۔ چند سطری معاہدہ میں یہ موجود تھا:

''حضرت صوفی محمد بن الحضرت حسن کے باہمی مشورے سے عدالتی شرعی نظام کے ہر نکتے پر تفصیلی غور کرنے بعد اس کا مکمل اطلاق مالاکنڈ ڈویژن بشمول ضلع کوہستان ہزارہ میں امن قائم کرنے کے بعد باہمی مشورہ سے کیا جائے گا۔ ہماری حضرت صوفی محمد بن الحضرت حسن سے درخواست ہے کہ وہ اپنا پر امن احتجاج ختم کرنے کے بعد مالاکنڈ ڈویژن کے تمام علاقوں میں امن قائم کرنے میں حکومت کا ساتھ دیں۔''

معاہدہ کے اس دوسرے اور آخری پیراگراف سے جہاں صوفی محمد کے کردار کا علم ہوتا ہے کہ وہ طالبان کی مسلح سرگرمیوں کے برعکس، اصلاح پسند اور پر امن شخص ہیں، وہاں اس میں واضح طور پر خط کشیدہ الفاظ میں موجود ہے کہ ''دارالقضا کا قیام باہمی مشورہ سے کیا جائے گا۔''

اس مرحلہ پر اے این پی کی سیکولر صوبائی حکومت کا منفی کردار سامنے آیا۔ اس حکومت نے بادلِ نخواستہ امن معاہدہ کیا تھا تاکہ دینی قوت اس پر کاربند نہ رہ کر اتفاق واتحاد اور عوامی تائید سے محروم ہو جائے۔ ہمیں اس کردار کی نشاندہی مختلف مراحل پر نظر آتی ہے، مثلاً

اے این پی کی صوبائی انتظامیہ نے باہمی مشورہ کی بجائے اپنی حکومت کے زعم میں ایسے عدالتی افسران کو 'قاضی' بھرتی کر دیا جن کی دینی تعلیم وتربیت اور شریعت کی مہارت سرے سے

موجود ہی نہ تھی۔ جب کہ معاہدۂ عدل کا واضح تقاضا یہ تھا کہ

''❶ا) مذکورہ علاقے میں تعینات ہونے والے علاقہ قاضی کو شمال مغربی سرحدی صوبے کے عدالتی افسر کا درجہ اور حیثیت حاصل ہوگی۔ بہرنوع اس سلسلہ میں ترجیح ان عدالتی افسران کو دی جائے گی جنہوں نے کسی تسلیم شدہ ادارے سے شریعت کورس کی تکمیل کی ہوگی۔''

اِس تسلیم شدہ ادارے کا مطلب بھی نظام عدل ریگولیشن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

❷ح) ''شریعہ اکیڈمی جسے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی آرڈیننس ۱۹۸۵ء یا کسی ایسے ادارے کے تحت قائم کیا گیا ہو جو شرعی علوم کی تربیت دیتا ہو اور حکومت سے منظور شدہ ہو۔''

اگر اس قاضی کے فرائض کا جائزہ لیا جائے تو اس ریگولیشن میں یہ مذکور ہے کہ

''❶۲) قاضی یا ایگزیکٹو مجسٹریٹ، قرآنِ مجید، سنتِ نبویؐ، اجماع اور قیاس سے، ضروری ہدایات اور رہنمائی کی روشنی میں تمام مقدمات کی کارروائی کو چلائیں گے، جو شرعی قوانین کے طریقۂ کار کے عین مطابق ہوگی اور تمام مقدمات کے فیصلے بھی شریعت کے قوانین کی روشنی میں کئے جائیں گے۔ قرآنِ مجید اور سنتِ نبویؐ کی تعلیمات، احکامات اور ہدایات کی تعبیر وتشریح کے پیش نظر قاضی اور ایگزیکٹو مجسٹریٹ قرآنِ مجید اور سنتِ نبویؐ کی تعلیمات کے مسلمہ اُصولوں کو ہر ہر قدم پر پیش نظر رکھیں گے اور اس مقصد کے حصول کی غرض سے اسلام کے تسلیم شدہ فقہا کی آرا اور خیالات کو بھی مدنظر رکھیں گے۔''

ریگولیشن کے مذکورہ بالا آرٹیکلز کو ملا کر پڑھا جائے تو اس کا نتیجہ شریعت کے تعلیم یافتہ اور ماہر قاضی کی صورت میں ہی نکلتا ہے کیونکہ متعدد جرائم ومسائل ایسے بھی ہیں جن کی نہ صرف قانونی دفعہ بندی موجود نہیں تھی بلکہ خلافِ اسلام ہونے کے ناطے ان میں سے بیشتر معاہدہ کی رو سے منسوخ ہو چکے تھے، ظاہر ہے کہ ایسے کیسوں میں شریعت کا ماہر قاضی ہی کوئی فیصلہ کرسکتا ہے، نہ کہ انگریزی لا کا تعلیم یافتہ کوئی جج..... بالخصوص اس وقت جبکہ معاہدۂ امن کے متن میں دار القضا کے قیام پر باہمی مشورہ کی واضح شرط بھی موجود ہے۔

اے این پی کی حکومت نے جو اَب تک بڑے زور وشور سے صدر کو نظامِ عدل پر دستخط کرنے کا مطالبہ کر رہی تھی، اس اہم اور فیصلہ کن مرحلہ پر یوٹرن لیا اور صوبہ سرحد کے وزیر اطلاعات اور معاہدۂ امن کے اصل محرک میاں افتخار حسین نے یہ بیان داغ دیا کہ

''ہم نے نظام عدل ریگولیشن تحریک نفاذ شریعت محمدی کے کہنے پر نہیں بلکہ اہل سوات کے مطالبے پر نافذ کیا ہے اور ہم اس پر کاربند رہیں گے۔''

الغرض اے این پی نے گویا معاہدۂ امن کی تمامتر پیش قدمی کو خاک میں ملا دیا۔ اس فیصلہ کن مرحلے پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صوبائی حکومت کو اپنا موقف بدلنے اور معاہدہ امن کو ختم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟ اس کے جواب میں عالمی صورتحال اور حکومت کی سیاسی پوزیشن کو سامنے رکھنا ضروری ہے:

فوری آپریشن کی وجہ

معاہدۂ امن پر شدید ترین عوامی دباؤ کے پہلو بہ پہلو وفاقی حکومت امریکہ کے شدید عالمی دباؤ کا شکار تھی، حتیٰ کہ انہی دنوں امریکہ نے پاکستان کے آرمی چیف کو انتہائی پسندیدہ اور بااثر ترین شخص قرار دینا شروع کیا، اور پاکستان کی سیاسی حکومت کو ناکام قرار دے کر نواز شریف کی حمایت اور ان کی حکومت قائم کرنے کا تاثر اُبھارنے کی کوشش کی۔ امریکہ نے اس گہری تزویراتی اور سفارتی چال سے ہر پہلو پر کامیابی حاصل کی کہ نواز شریف کو حکومت کا لالچ دے کر ان کے امریکہ مخالف بیانات اور مصالحت جُو موقف میں کمی پیدا کی اور زرداری حکومت کو ڈرا دھمکا کر ان کو اپنی اطاعت پر مجبور کیا، اور اُنہیں دورۂ امریکہ کی دعوت دے ڈالی، جہاں پہنچنے سے قبل زرداری کے نامہ اعمال میں کچھ ہونا بہر حال ضروری تھا۔

یہی وہ اعصاب شکن سفارتی دباؤ اور چال بازی تھی جس کا سامنا پاکستانی حکومت اور اربابِ سیاست نہ کر سکے اور ۱۳/اپریل کو صدر کے معاہدۂ امن پر دستخط ہونے اور بونیر و دیر سے صوفی محمد کی تلقین پر شدت پسندوں کے انخلا کے آغاز میں ہی سرحد حکومت نے وفاقی حکومت کے شدید دباؤ پر یوٹرن لیا اور یک لخت تحریک نفاذ شریعت محمدی کو اپنے اعتماد سے خارج کر کے مسلح جنگ کا آغاز کر دیا۔ قاضیوں کا تعین وہ آخری نکتہ تھا جس پر تحریک نفاذ شریعت اور حکومت میں اِبہام ہوا، اور اسی دن حکومتِ سرحد کا لب ولہجہ تبدیل ہوا اور مسلح آپریشن شروع کر دیا گیا۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ ۱۳/اپریل کو حکومت پر عوامی دباؤ اس قدر زیادہ تھا کہ صدر کو معاہدہ پر دستخط کئے بنا کوئی چارہ نہ تھا۔ آخر ہفتے عشرے کے اندر کونسا ایسا

اہم واقعہ رونما ہوگیا کہ ۲۶ راپریل کو لوئر دیر اور ۲۸ راپریل کو بونیر میں فوجی آپریشن شروع کرنے کے سوا حکومت کو اصلاحِ احوال کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ظاہر ہے کہ ایسا اقدام کسی داخلی ضرورت کی بجائے محض خارجی مصلحت کی بنا پر کیا گیا۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ فیصلہ کن موڑ دیر اور بونیر میں طالبان کی جارحانہ پیش قدمی تھی جس کی وجہ سے حکومت کو یہ یوٹرن لینا پڑا لیکن حقائق سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ اوّل تو یہ بات اس وقت تک ہر ایک کے سامنے آچکی ہے کہ طالبان کے نام سے متعدد عناصر ان علاقوں میں سرگرمِ عمل ہیں، جن میں ظلم کے خلاف ردّعمل کرنے والے مجاہدین، علاقے میں شدید مسائل کا شکار ہوکر اُٹھ کھڑا ہونے والا طبقہ، بھارتی وامریکی ایجنٹ اور عام قانون شکن وجرائم پیشہ عناصر وغیرہ شامل ہیں۔ یاد رہے کہ بونیر پر حملہ کرنے والوں نے سب سے پہلے وہاں کے اُمرا کے محلات کو قبضے میں لیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاشرے کے ظلم سے تنگ آئے ہوئے لوگ تھے۔ صوفی محمد نے معاہدۂ امن پر دستخط ہونے کے بعد اپنے زیر اثر طالبان کو اس جارحیت سے منع کیا اور اس کے نتیجے میں ۲۴ راپریل کو طالبان کے انخلا کو بھی ذرائع اِبلاغ نے رپورٹ کیا لیکن دو روز کے اندر اندر کلی نتائج حاصل کرلینا صوفی محمد کے بس میں نہیں تھا۔ یہ بہت ہی اچھا موقع تھا کہ حکومت صوفی محمد سے کیا گیا معاہدہ خلوصِ دل سے پورا کرکے اُنہیں کم از کم اس سے نصف مہلت تو ضرور دیتی جتنی مہلت حکومت نے دو ماہ کے دوران صدارتی دستخط اور دارالقضا کے قیام کے لئے حاصل کی تھی اور اس عرصے میں جہاں صوفی محمد کے کردار کا تعین ہوجاتا، وہاں طالبان کے نام پر غیر ملکی ایجنٹ اور قانون شکن عناصر کی نشاندہی بھی ہوجاتی اور اہل پاکستان طالبان کی حقیقت کو اچھی طرح پہچان لیتے کہ آیا یہ دین پسند لوگ ہیں، معاہدہ کے پابندی کرنے والے ہیں؟ یا طالبان کے روپ میں امریکی ایجنڈے پر کاربند غیر ملکی دہشت گرد ہیں۔

صوفی محمد نے غیر دانش مندانہ بیان بازی کے ذریعے اگر پہلے ہی اپنی ساکھ متاثر نہ کرلی ہوتی یا میڈیا حکومت کی عہد شکنی کے اس اہم نکتہ کو اُجاگر کرتا اور تحریکِ طالبان اور تحریک شریعت میں فرق عوام کے سامنے واضح ہوتا تو حکومت کبھی اس قدر عجلت میں امریکہ نوازی اور

ملک میں جنگ بازی کا سلسلہ شروع نہ کر پاتی۔ آج تمام سیاستدانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آپریشن عجلت میں شروع کیا گیا، یہ عجلت امریکی دھمکیوں اور امریکی دورے کی تھی جس کے بعد صدر ذی وقار کا ۲۱ دنوں پر محیط دورہ دنیا بھر سے اپنے اس حق خدمت کی وصولی کے لئے تھا جو وہ امریکہ بہادر کی تائید میں اپنے ہی ملک میں اس کی تلقین پر عمل درآمد کی صورت انجام دے رہے تھے۔

اہل پاکستان بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے صدرِ محترم دباؤ کا سامنا نہیں کر پاتے، وہ تمام کام بھی کرتے ہیں اور آخر کار دباؤ پڑنے پر یوٹرن بھی لیتے ہیں۔ لانگ مارچ اس کی تازہ مثال ہے، چیف جسٹس کی بحالی صدر پر شدید ترین دباؤ کا نتیجہ ہے جس نے حکومت کے کئی ماہ پر محیط موقف کو اُلٹا کر رکھ دیا، اسی طرح مسلح آپریشن 'راہِ حق' بھی عالمی دباؤ کا نتیجہ ہے جس نے قومی اُمنگوں اور ملی مفاد کو دھندلا کر دیا۔ آج تمام خواہشات غیروں کی پوری ہو رہی ہیں اور پاکستانی قوم آپس میں برسرِ پیکار ہے، پاکستانی سرزمین پاکستان کے اپنے ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں کے گولہ بارود سے ادھیڑی جا رہی ہے اور ایک اور لال مسجد کا سانحہ جنم لے رہا ہے!

جہاں تک صوفی محمد کا تعلق ہے تو امن قائم کرنے کی اس پیش کش پر وہ آج تک قائم ہیں جیسا کہ اپنے تازہ بیان میں بھی اُنہوں نے کہا:

''اب بھی نظام عدل معاہدے کے مطابق نافذ کیا جائے تو امن کی ذمہ داری لیں گے!

''مولانا صوفی محمد نے کہا ہے کہ نفاذِ شریعت اور حکومتی رٹ کی بحالی کے علاوہ ہمارے کوئی اور عزائم نہیں، حکومت نے دو مرتبہ معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ گزشتہ روز ایک تحریری بیان میں صوفی محمد نے کہا کہ اگر مالاکنڈ ڈویژن میں نظام عدل معاہدے کو نفاذ کیا جائے تو حکومت کی رٹ بحال کرنے اور امن عامہ کے قیام کی ذمہ داری تحریک نفاذ شریعت پر ہوگی۔ فوج اور پولیس عوام کے محافظین اور نظامِ عدل کی مخالفت کرنے والے باغی ہوں گے اور ان کے لئے واجب القتل کا اعلان کیا جائے گا مگر حکومت ہی نہیں چاہتی اور ہمارے خلاف میڈیا وار شروع کر دی۔ تحریک نفاذِ شریعت کے ترجمان امیر عزت خان نے کہا کہ ہم اب بھی معاہدے پر قائم ہیں۔ حکومت آپریشن بند کر دے اور عملی طور پر شریعت نافذ کرے تو امن کی ذمہ داری ہماری ہوگی اور اگر حکومت امن قائم کرے تو ہم پانچ سال تک شریعت کا مطالبہ نہیں کریں

گے۔'' (روزنامہ جنگ: ۱۱ر مئی ۲۰۰۹ء)

اس پیش کش کے باوجود فوج کا ان کے بیٹے کو شہید کرنا یا اُن کو گرفتار کرنا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ حکومت اُنہیں امن کے لئے کوششیں کرنے والے کی بجائے طالبان کی طرح ہی متحارب فریق باور کرتی ہے۔ ۵ر جون کو اخبارات میں ان کی گرفتاری کی خبر اس سیاق میں شائع کی گئی جیسے وہ بھی حکومت کے خلاف جنگ کے ہراول دستہ میں ہوں، حالانکہ حقائق یہ ہیں کہ صوفی محمد تو کئی روز سے اپنے علاج کیلئے پشاور میں موجود اور ہر فرد کی دسترس میں ہیں جبکہ خبر رساں ایجنسیاں اُنہیں جنگ میں شریک بتا کر پاکستانی عوام کو مغالطہ دے رہی ہیں۔

یہ اس پس منظر کی حقیقت ہے جو پاکستان میں موجودہ آپریشن کا سبب باور کرایا جاتا ہے۔ لیکن آخر کار آپریشن کا خاتمہ اور امن وامان کا قیام ہم وطنوں سے مصالحت کی صورت ہی نکلے گا کیونکہ ماضی میں کبھی فوجی آپریشنوں کے نتائج قوم وملت کے حق میں اچھے نہیں نکلے۔ صلح ومفاہمت کے لئے صوفی محمد جیسے متدین ومعتمد شخص کا وجود ایک نعمت سے کم نہیں ہے، ان حالات میں سیکورٹی فورسز کا صوفی محمد کے ترجمان امیر عزت خاں کو اُنہیں جنگ جو کے طور پر متعارف کرانا اور آخر کار شہید کر دینا ایک سانحہ سے کم نہیں جس سے کسی ممکنہ مصالحت کو مزید پرے دھکیلا جا رہا ہے اور اس سے امریکی مقاصد کی طرف پیش قدمی ہو رہی ہے۔

حکومتِ وقت کو یہ ظالمانہ آپریشن فوری طور پر بند کرنا، مظلوم و دین پسند عناصر کے ظلم کا مداوا کرنا اور ان سے صلح کی گفتگو کو شروع کرنا چاہئے۔ اس آپریشن کے دائرۂ عمل کو وزیرستان اور دیگر علاقوں تک بڑھانا مزید المیوں کو جنم دے گا اور اس طرح مسائل کبھی حل نہیں ہوں گے۔ ملک وملت کو درپیش حالیہ سنگین ترین صورتحال میں ہمارا مولانا صوفی محمد کو بھی مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اسلام اور وطن کی حفاظت کی خاطر نفاذِ شریعہ کی اہم ترین شرائط کو بھی بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ اپنے اثر ورسوخ کو قیامِ اَمن کے لئے استعمال کریں۔ اس وقت یہ جنگ کسی مسلمان کے مفاد میں نہیں بلکہ اس سے تمام تر فائدہ ہمارا دیرینہ دشمن اُٹھا رہا ہے۔

ماضی میں بھی ملک بھر میں نفاذِ شریعت کے نعروں سے قبل تحریکِ نفاذِ شریعت کو سوات میں نظامِ عدل قائم کر کے اہل وطن کو شریعت کی برکات کا عملی مظاہرہ پیش کرنے پر زور دینا چاہئے

تھا لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ماہر شریعت قاضیوں کے بغیر وہ یہ اہم فریضہ کیونکر انجام دے سکتے تھے، پاکستان میں جاری نظامِ عدل تو ظالم کی رسی دراز اور مظلوم کا جینا ناممکن بنا دیتا ہے۔ صوفی محمد کا یہی تو موقف ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے لیکن اس کو نافذ کرنے والے اس کی برکات عوام تک پہنچنے نہیں دیتے۔ اس سب کے باوجود ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آج صوفی صاحب کا یہ غیر معمولی احترام ان سے قومی سطح پر غیر معمولی کردار کا تقاضا کرتا ہے۔ ہر فرد پر اسکے دائرۂ اختیار تک ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور چونکہ صوفی محمد متحارب طالبان پر اثر ورسوخ رکھتے ہیں، اس لئے ان سے بڑے کردار کی توقع بھی کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حکومت کو ہوش کے ناخن لینے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمیں اس خانہ جنگی سے نجات عطا فرمائے۔ آمین!

اعلان وضاحت

'مروّجہ اسلامی بینکنگ' اور 'ٹی وی چینل' کے بارے میں کراچی و دیگر شہروں کے بعض علماء واہل افتاء حضرات کا جو متفقہ فتویٰ شائع ہوا ہے، اس سے متعلق بعض تحریروں میں مجھے اس کے تائید کنندگان میں شمار کیا گیا ہے۔

مروّجہ اسلامی بینکنگ سے متعلق میرا اختلاف تو میرے شائع شدہ مضامین سے واضح ہے۔ اسی طرح ٹی وی چینل سے متعلق بھی میرا موقف اس کے حق میں نہیں ہے لیکن پھر بھی مجھ کو اِس فتوے کے تائید کنندگان میں سے شمار کرنا دُرست نہیں کیونکہ میں نے نہ تو زبانی اور نہ ہی تحریری طور پر اس کی تائید کی ہے۔ واللہ اعلم

(مفتی) عبدالواحد

دارالافتاء، جامعہ مدنیہ لاہور

۲۴ رذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

خطاب — محترمہ رضیہ مدنی (اُمّ حسن)

سوات آپریشن؛ اَسباب ونتائج

جماعت اسلامی، حلقہ خواتین کے زیر اہتمام سوات آپریشن کے مسئلہ پر ۲۲ مئی کو لاہور میں 'قومی مجلس مشاورت خواتین' کے موقع پر اسلامک انسٹیٹیوٹ کی پرنسپل محترمہ آپا رضیہ مدنی کو بھی دعوتِ خطاب دی گئی۔ سیاسی اور دینی جماعتوں کی نمائندہ خواتین رہنماؤں کے درمیان آپا محترمہ نے اپنے مؤثر ونمائندہ خطاب کے ذریعے دینی جذبات رکھنے والی خواتین کے دل جیت لئے اور پروپیگنڈے سے متاثر خواتین سیاسی قائدین لاجواب ہوگئیں۔ خطاب کے چیدہ چیدہ نکات حسب ذیل تھے:

آج پاکستان خاک وخون میں نہا رہا ہے، ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا دشمن کون ہے؟ جب تک ہم یہ تعین نہیں کرتے، اس وقت ہم درست فیصلہ نہ کرسکیں گے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حقائق کو مدنظر رکھنا ضروری ہے:

① جب سوات آپریشن شروع ہوا تو ہمارے صدر امریکہ میں تھے۔ اس کے بعد برطانیہ کے گورڈن براؤن کے ساتھ معانقے ہورہے تھے۔ فرانس کے صدر کے ساتھ دوستیاں بڑھائی جارہی تھیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ گھر میں آگ لگی ہو تو گھر کے سربراہ کو گھر سے باہر کیسے سکون آتا ہے۔ حکومت نے آپریشن شروع کرنے کے آٹھ دن بعد، جب کہ صدر صاحب غیر ملکی دورہ پر تھے، تمام سیاسی جماعتوں کا اجتماع بلایا اور آپریشن کے لئے قومی اتفاقِ رائے کی کوشش کی جب کہ ایسا آپریشن شروع ہونے سے پہلے ہونا چاہئے تھا لیکن نہ ہوا کیونکہ امریکہ کے خصوصی نمائندے ہالبروک نے ایسا کرنے سے روک رکھا تھا۔

② طالبان کو کون پروموٹ کررہا ہے۔ ۶۰ ڈالر یومیہ جو تقریباً پانچ ہزار پاکستانی روپے بنتے ہیں، اُنہیں کہاں سے مل رہے ہیں۔ ان کے پاس ایسے کمیونی کیشن سسٹم اور ایسا اسلحہ ہے جو بعض اوقات پاکستانی فوج کے پاس بھی نہیں ہوتا۔ یہ فنڈز ہمارے دشمن اُنہیں دے رہے ہیں تاکہ ملک میں عدم استحکام پیدا کرکے ہمارے ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کیا جائے۔ امریکہ نے اپنے عزائم کو بالکل بھی پوشیدہ نہیں رکھا۔ روزانہ ایسے بیانات اخبارات کی

سرخی بن رہے ہیں اور ہم لوگ خاموشی سے دیکھ رہے ہیں۔

③ سوچنے کی بات یہ ہے کہ دشمن اور دوست کا نقطہ نظر ایک کیسے ہوگیا؟ جو بات امریکہ کی حکومت کہہ رہی ہے، وہی بات آج پاکستانی حکومت اور فوج کہہ رہی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دشمن اور دوست ایک ہی رائے رکھیں۔

④ میں ایک ماں ہوں اور آپ بھی مائیں ہیں۔ حکومت اور گھر چلانا ملتا جلتا کام ہے۔ میرا آپ سے سوال ہے کہ اگر گھر میں بچوں میں سے کوئی ایک، دو غلط راستے پر چل پڑیں تو کیا والدین اُنہیں ذبح کردیتے ہیں یا ان پر طیارے اور بم برساتے ہیں۔ باقی بچوں کو گھر سے نکال دیتے ہیں۔ بلکہ بچوں کو حکمت کے ساتھ سمجھایا جاتا اور طریقے سے راہِ راست پر لایا جاتا ہے۔ ذبح نہیں کیا جاتا اور گھروں سے بے گھر نہیں کیا جاتا۔ حاکم بھی ایک باپ کی طرح اپنے ملک کو سنبھالتا ہے۔ معاہدۂ سوات جب ہوا تو پارلیمنٹ نے بھی اس کی منظوری دے دی۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ شاید اللہ نے پاکستان پر رحمت کا ارادہ کرلیا لیکن اس کے بعد جو ہوا...... الامان والحفیظ!

جنگی کارروائی کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہم نے مارچ ۱۹۷۱ء میں اپنے مشرقی بازو میں فوجی کارروائی کی اور اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ ہم نے ملک کو بچا لیا گیا، لیکن دسمبر ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کی صورت میں اس کا بدترین نتیجہ ہمارے سامنے آیا۔ ہم نے لال مسجد پر فوجی کارروائی کی اور اسی کا نتیجہ سوات میں ہمارے سامنے آیا۔ اب اتنی بڑی فوجی کارروائی جس کے ساتھ ۲۵ لاکھ لوگ متاثر ہوئے ہیں، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کسی بڑے حساب وکتاب کی ضرورت نہیں۔ ہم معمولی غور وفکر بھی کریں تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

اس المناک صورتحال کا حل یہ ہے کہ حکومت، فوج اور پارلیمنٹ ساری سیاسی جماعتوں، صوبوں اور عوام کے تعاون سے فوری طور پر دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ سے باہر نکل آئے۔ امریکہ اور نیٹو سے ساری سہولتیں واپس لے لے۔ عوام بھوکے رہ کر بھی حکومت کا ساتھ دیں گے اور لڑیں گے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ ایران نے امریکہ کی ڈکٹیشن لینے سے انکار کردیا، امریکہ نے اس کا کیا بگاڑ لیا؟ حالانکہ وہ ایٹمی طاقت بھی نہیں۔ حکومتِ پاکستان یہ فیصلہ کرلے تو مخلص طالبان اور دیگر مسلح گروپ اس کا ساتھ دیں گے، سوائے بکے ہوئے کچھ لوگوں کے جن سے نمٹا جاسکتا ہے۔

طالبان کے بے لچک اسلام سے بچنے کی تدبیر یہ بھی ہے کہ سچے دل سے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان بنایا جائے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، اس کو عمل میں لے آئیے، اپنے سارے دینی مسالک کے معتمد اور ثقہ علما پر مشتمل شریعہ بورڈ بنائیں جو نفاذِ شریعت کی حکمتِ عملی اور ترجیحات کا تعین کرے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امریکہ اور مغرب پاکستان میں نفاذِ اسلام کا کام نہ ہونے دے گا لیکن یہ Do or Die کا معاملہ ہے۔ کیا ہم آج ایک غلط مقصد کے لئے پاکستان کے وجود کو داؤ پر نہیں لگا چکے۔ ایک غلط مقصد کے لئے آپریشن ناگزیر تھا تو صحیح مقصد' نفاذِ اسلام' جو کہ ہمارا مقصدِ حیات بھی ہے، اس کے لئے یہ ناگزیر تر ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا آپشن نہیں۔

① سچے دل سے پاکستان میں اسلام نافذ کریں۔

② یا پھر طالبان کا اقتدار اور بے لچک اسلام قبول کریں۔

③ یا پھر امریکی اور بھارتی غلامی میں ایک مریل غیر ایٹمی پاکستان قبول کریں۔ خانہ جنگی جس کا مقدر ہوگی اور وہ جلد ہی بھارت میں ضم ہوجائے گا۔ خاکم بدہن

تیسری اور آخری تدبیر یہ ہے کہ اگر حکومتِ پاکستان ٹس سے مس نہیں ہوتی اور موجودہ صورتِ حال کو برقرار رکھتی ہے، جس کا نتیجہ پاکستان کی تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں تو آخری حل یہ ہے کہ اس ملک کے مخلص دینی عناصر متحد ہوکر سڑکوں پر آجائیں۔ لانگ مارچ اور دھرنے کے ذریعے حکومت کو بدل دیں یا حکومت کو مذکورہ بالا کردار انجام دینے پر مجبور کردیں جیسا کہ عدلیہ کے سلسلے میں ہم دو ماہ پہلے تجربہ کرچکے ہیں۔ اس کے لئے پاکستان کا درد رکھنے والے سارے افراد، سول سوسائٹی کے پروفیشنلز، ڈاکٹرز، پروفیسرز، انجینئرز، صحافی، طلبہ، ادیب، دانشور، غرض دین اور پاکستان کا درد رکھنے والے تمام افراد اور ادارے شریک ہوں۔

یہ سیل بے پناہ جب سڑکوں پر نکل آئے گا تو کوئی اس کا راستہ نہ روک سکے گا، لیکن اگر ہم نے یہ بھی نہ کیا تو پھر کوئی آپشن نہیں، پھر آسمان ہم پر روئے گا، زمین ہمارے نوحے پڑھے گی اور ''ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''

یہ حقائق ہیں، جن سے نظریں چرانے سے حقائق نہیں بدلتے۔ یہی قانونِ فطرت بھی ہے اور قانونِ الٰہی بھی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾ ''اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو اپنی حالت خود نہ بدلے'' پھر اس کا مقدر سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ وما علینا إلا البلاغ!

انٹرویو

سید عامر نجیب

نظریات کبھی قوت سے تبدیل نہیں کیا جاسکتے!

ہفت روزہ 'حدیبیہ' کراچی کا مدیر اعلیٰ سے انٹرویو

دعوتِ دین کا مضبوط اور مؤثر نیٹ ورک چلانے والے ممتاز عالم دین، دانش ور، ماہر قانون اور جامعہ لاہور اسلامیہ، گارڈن ٹاؤن لاہور اور معروف علمی مجلّہ 'محدث' کے مدیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ نظریات اور جذبات کبھی فوجی قوت سے دبائے نہیں جاسکتے ہیں۔ اس قسم کے مسائل کا واحد حل ذہن سازی ہے۔ سوات میں جس طرح مولانا صوفی محمد کو بیچ میں ڈال کر طالبان کو غیر مسلح کرنے کی کوشش کی گئی، اسی طرح مؤثر علمی شخصیات کے ذریعے اور انہیں واسطہ بنا کر مذہبی انتہا پسندی کے مسئلے سے نمٹا جاسکتا ہے۔ یہ باتیں اُنہوں نے لاہور میں ایڈیٹر 'حدیبیہ' سید عامر نجیب کو انٹرویو دیتے ہوئے کہیں۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے کہا کہ ڈپریشن کے مریض کا تشدد کے ذریعے علاج کبھی بھی کارآمد نہیں ہوتا۔ اُنہوں نے کہا کہ ملک کی موجودہ تشویشناک صورتِ حال امریکہ کی پیدا کردہ ہے۔ وہ پاکستان سے اسلام کا نام مٹانے اور ایٹمی صلاحیت کے خاتمے کے ایجنڈے پر کام کررہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے موجودہ حکومت مشرف سے بڑھ کر امریکی ایجنڈا پورا کرنے میں مگن ہے۔ جب پیسے کی اہمیت انسانی عزت ووقار سے بھی بڑھ جائے تو پھر کیا رہ جاتا ہے، ایسے میں غیرت وحمیت تو دم توڑ دیتی ہے۔

طالبانائزیشن سے متعلق ایک سوال کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ اگر طالبانائزیشن سے مراد نفاذِ شریعت ہے تو ہم اس کے قائل ہیں لیکن اگر اس کا معنی تشدد کے ذریعے ملک بھر میں تحریک چلانا ہے تو ہم اس کے قائل نہیں ہیں اور اس بات کے طالبان بھی قائل نہیں۔ طالبان نے اپنے علاقوں کی حد تک تو شورش کی ہے لیکن پورے پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لئے تشدد کی کوئی لہر موجود نہیں۔ پاکستان میں نفاذِ شریعت کا نعرہ لگانے والی جماعتیں پرامن ہیں اور آئینی جدوجہد پر یقین رکھتی ہیں۔ اس وقت پر تشدد تحریکوں کو جواز بنا کر اُن پر اُمن دینی جماعتوں کی آواز کو دبایا جارہا ہے جو آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے نفاذِ شریعت کی بات کرتی ہیں۔

اُنہوں نے کہا کہ امریکہ نے جس طرح عراق میں فرقہ واریت کو فروغ دیا، ایک طرف سنیوں کو خود کچلا اور دوسری طرف شیعہ حکومت بنا کر ان کے ذریعے سنیوں کو تباہ کرایا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا

کر اُنہیں کمزور کیا، یہی کام وہ پاکستان میں کرنا چاہتا ہے۔ مزارات کا ایشو بھی اسی لیے اٹھایا گیا ہے۔ دراصل طالبان تحریک میں بھارت اور اسرائیل کی ایجنسیاں شامل ہوچکی ہیں اور ان کے ایجنٹوں کے ذریعے ایسے کام کرائے جارہے ہیں جیسا کہ یہ خبریں آئیں کہ طالبان مزارات کو توڑ رہے ہیں حالانکہ یہ صرف الزام ہے، اس مقصد کے لئے شرپسند ایجنٹ استعمال کئے گئے ہیں۔ طالبان کو دوسرے فرقہ کے عقائد پر حملہ آور ہوتے دکھانے کا مقصد ملک میں فرقہ واریت کی آگ بھڑکانا ہے، حالانکہ نظامِ عدل ریگولیشن میں مزارات کے تحفظ کی ضمانت موجود ہے جسے تحریکِ نفاذ شریعت نے نافذ کرنے کا مطالبہ کررہی ہے۔ معاہدے میں یہ بات موجود ہے کہ 'نوادرات کے تحفظ کا قانون ۱۹۷۵ء' یہاں نافذ ہوگا اس قانون میں مزارات اور عبادت گاہوں کا تحفظ بھی موجود ہے۔ اگر مولانا صوفی محمد نے مزارات توڑے ہوتے تو وہ معاہدے کی یہ شق قطعی قبول نہ کرتے۔

اُنہوں نے کہا کہ امریکہ کا طریقۂ واردات یہی ہے کہ وہ پہلے فرقہ واریت پھیلا کر مسلمانوں کو آپس میں لڑاتا ہے اور پھر جب وہ کمزور ہوجائیں تو اُن پر حملہ کردیتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ صوفی محمد صاحب کا مطالبہ بڑا سادہ اور جائز تھا کہ ہمارا نظامِ عدل وہی رکھا جائے جو پہلے سے سوات میں چل رہا تھا، ہم انگریز کا نظام نہیں مانتے۔ لیکن حکومت کی پالیسیوں اور غیرملکی مداخلت نے سوات کے مسئلے کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ سوات کے جنگجو اور پرامن لوگ سب یہ سمجھتے ہیں کہ ڈالروں کے لئے یہ آپریشن کیا گیا ہے۔ وزیراعظم کو کہا گیا کہ آپ آپریشن کریں اور زرداری صاحب نے امریکہ میں اسے کیش کرایا۔ اُنہوں نے کہا کہ جہاد کے عالمی اتحاد کے تحت لڑنے والوں کو کچلا جارہا ہے جس کی وجہ سے ان میں مایوسی پیدا ہوئی ہے کہ ہم نے کن لوگوں کے لئے کام کیا تھا؟ اب ہمارے خلاف یہی یہ سارا کام کیوں ہورہا ہے۔ یہ انتہا پسندی ایکشن کا ری ایکشن ہے!!

ہم نے مشرف کو امریکہ کی بلیک میلنگ میں آنے سے منع کیا تھا

حدیبیہ نیوز سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے کہا کہ نائن الیون کے بعد جنرل مشرف نے ۳۰ کے قریب دینی رہنماؤں کو مشاورت کے لئے بلایا اور اُنہیں بتایا کہ امریکہ نے ہمیں دوستی اور دشمنی میں سے کسی ایک کے انتخاب کا کہا ہے اور درمیان کی کوئی راہ نہیں۔ آپ بتائیں، ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے کہا کہ میں الحمد للہ اس مجلس کے ان چند ایک لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے پرویز مشرف کو کہا کہ فوری حمایت کے بجائے ایسی حکمتِ عملی اختیار کریں کہ آپ کو کچھ مہلت مل جائے اور اس دوران آپ اسلامی ممالک سمیت تمام دوست ممالک سے مشاورت کریں اور ایسے حالات بنائیں کہ کوئی متفقہ آواز اُٹھائی جاسکے۔ جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ میں یہ کام کرچکا

ہوں، سعودی عرب کے شاہ سے میری دو گھنٹے بات ہوئی ہے، اُنہوں نے کہا کہ آپ اس میں دیر نہ کریں، ورنہ آپ کو نقصان ہوسکتا ہے۔ دیگر مسلم حکمرانوں نے بھی اسی قسم کی مشورہ دیا ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ آپ صرف مسلمانوں حکمرانوں کی بات نہ کریں بلکہ اپنے ملک اور دنیا کے دیگر مسلمان عوام کے انداز سے بھی سوچیں جو امریکی چنگل سے نکلنے کے لئے بے چین ہیں۔ حافظ عبد الرحمٰن مدنی نے کہا کہ ہم نے مشرف کے سامنے کلمہ حق کہا اور اُسے متنبہ کیا کہ اگر امریکہ کی اس بلیک میلنگ سے انکار نہ کیا تو پھر بار بار بلیک میل ہوتے جاؤ گے۔ مشرف نے ہمیں کہا کہ اگلے سال دیکھنا میری حکمتِ عملی مفید رہے گی لیکن اب حالات واضح ہو چکے ہیں کہ اس وقت ہم نے جو بات کہی تھی، وہ واقعی درست تھی۔ ہم نے دوٹوک انداز میں اُنہیں امریکہ کی بلیک میلنگ میں آنے سے روکا تھا۔

موجودہ ملکی صورتحال ہمارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے!

مولانا مدنی نے کہا کہ روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو حقیقت یہی ہے کہ موجودہ بدترین صورت حال ہمارے اپنے کرتوتوں کے نتائج ہیں لیکن زمینی حقائق یہ ہیں کہ امریکہ پاکستان سے اسلام کا نام مٹانا چاہتا ہے۔ نفاذِ اسلام کیلئے طریقۂ جدوجہد کیا ہو؟ اس کے جواب میں اُنہوں نے فرمایا کہ مسئلہ خروج ایک نازک مسئلہ ہے۔ اسی سلسلے میں انفرادی طور پر کوئی بھی فتویٰ انتشار وخانہ جنگی کا باعث ہو گا۔ اگر کبھی صورتِ حال ایسی بنی تو اہل علم اکٹھے ہو کر متفقہ فتویٰ دیں، تب ہی وہ فتویٰ مؤثر ہوگا۔

جب حافظ عبد الرحمٰن مدنی سے پوچھا گیا کہ جن لوگوں نے خروج کر رکھا ہے اور پاکستان آرمی سے لڑ رہے ہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو حافظ صاحب نے اس بات کا بالکل انکار کیا کہ پاکستان میں کسی نے خروج کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ آرمی سے کوئی نہیں لڑ رہا بلکہ آرمی اُنہیں کچل رہی ہے اور اپنا دفاع کرنا کوئی خروج نہیں۔

ایک سوال کے جواب میں حافظ عبد الرحمٰن مدنی نے کہا کہ مولانا صوفی محمد کا انداز حکیمانہ نہیں تھا، ان کے انداز سے ہمیں اختلاف ہے۔ ان کا کام تھا کہ قرآن وسنت کی بات کرتے اور کہتے کہ میں تو محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا قائل ہوں، ملک کے آئین کو بدلنے کی بات کرنے کا کوئی تک نہیں تھا۔ یہ لفظ کہنا کہ جمہوریت کفر ہے یا یہ کہنا کہ ہماری سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ ٹھیک نہیں ہے، اس طرح اُنہوں نے جو مسائل چھیڑے، اس وجہ سے وہ صحافیوں اور سیاستدانوں کی حمایت سے بھی محروم ہوگئے۔ دینی جماعتوں کو چاہئے کہ موجودہ حالات میں آئین اور دستور کے دائرے میں رہتے ہوئے نفاذِ اسلام کی جدوجہد کریں۔

(شائع شدہ ہفت روزہ 'حدیبیہ' کراچی؛ بابت ۱۵ر جون ۲۰۰۹ء، شمارہ ۴)

عالمی سیاست

ثروت جمال اصمعی

'نائن الیون' کی حقیقت اور عالم اسلام!

القاعدہ کی قیادت کی تلاش کے بہانے امریکا خطے میں اپنے ہاتھ پاؤں مسلسل پھیلا رہا ہے۔ سات سال میں افغانستان کو کھنڈر بنادینے کے بعد پاکستان کے شمالی علاقوں کی باری آئی اور اب بلوچستان کو بھی اسی بہانے ہدف بنانے کے اعلانات کیے جارہے ہیں۔ امریکی حکام نے دعویٰ کیا ہے کہ القاعدہ کی اعلیٰ قیادت بلوچستان میں روپوش ہے، اس لیے اب معدنی وسائل سے مالا مال اور رقبے میں دو تہائی پاکستان کے برابر اس صوبے تک ڈرون حملوں کے سلسلے کا پھیلایا جانا ضروری ہے۔

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ جس طاقت کے سیٹلائٹ کیمروں کی نگاہ سے زمین کا ایک مربع انچ بھی چھپا ہوا نہیں، اُسے مبینہ طور پر ہر روز ٹھکانے بدلنے والے بن لادن اور ان کے ساتھی کیوں دکھائی نہیں دیتے!؟

دوسری حیرت انگیز بات یہ ہے کہ نائن الیون کے جن حملوں کا الزام القاعدہ کی قیادت پر عائد کرنے کے بعد افغانستان پر فوج کشی کی راہ ہموار کی گئی تھی، اگرچہ ابتدا میں القاعدہ کی قیادت نے اس اِلزام کو تسلیم کرنے سے قطعی انکار کیا تھا مگر اب اس کے بعض رہنما علی الاعلان نائن الیون حملوں کے بارے میں امریکا کی اس سرکاری کہانی کی مکمل توثیق کرنے لگے ہیں، جسے خود امریکا کے سائنس دانوں اور محققین نے مکمل طور پر مسترد کردیا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے القاعدہ کے ایک رہنما مصطفیٰ ابو یزید عرف شیخ سعید اپنے ایک ٹی وی انٹرویو میں برملا امریکا کی سرکاری کہانی میں شامل ان مبینہ ۱۹/ ہائی جیکروں کو اپنا ساتھی تسلیم کرتے ہوئے اس کارنامے پر ان کے لیے دعائے خیر کرچکے ہیں جسے بش حکومت نے ان سے منسوب کیا ہے۔ حالانکہ اس کہانی کے اندر اتنے داخلی تضادات ہیں اور اس کے سو فی صد جعلی ہونے کے اتنے

www.KitaboSunnat.com

یقینی ثبوت سامنے آچکے ہیں کہ کوئی بھی ہوش مند شخص اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔

اس کہانی کے بارے میں خود امریکی تحقیق کاروں نے جو سوالات اُٹھائے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

① سب سے بنیادی سوال تو یہی ہے کہ طیاروں کے ٹکرانے سے ٹوئن ٹاورز چند سیکنڈ میں زمین بوس کیوں ہوگئے اور ان کا فولادی ڈھانچہ بتاشے کی طرح بیٹھتا کیوں چلا گیا۔ امریکی سائنس دانوں کے مطابق کنٹرولڈ ڈیمالیشن کا طریقہ اختیار کیے بغیر ایسا نہیں ہوسکتا تھا جس کے لیے ان عمارتوں میں ڈائنامیٹ رکھا جانا ضروری تھا اور یہ کام امریکی ایجنسیوں کی شرکت کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔

② گیارہ ستمبر کو ان عمارتوں سے ایک بلاک آگے WTC7 نامی ۴۷ منزلہ عمارت بھی ٹوئن ٹاورز کی تباہی کے سات گھنٹے بعد بالکل اسی طرح محض پانچ چھ سیکنڈ میں زمین بوس ہوگئی جبکہ اس سے کوئی طیارہ نہیں ٹکرایا تھا۔ سرکاری طور پر اس واقعے کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی حتی کہ جولائی ۲۰۰۴ء میں 'نائن الیون کمیشن' کی جو نام نہاد تحقیقی رپورٹ آئی، اس میں اس واقعے کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ طیاروں کی ٹکر کے بغیر ہی یہ فلک شگاف عمارت کس طرح لمحوں میں زمین بوس ہوگئی اور امریکی حکومت اور مین اسٹریم میڈیا نے اسے چھپانے کی کوشش کیوں کی؟

③ گیارہ ستمبر سے عین پہلے چھ سات اور آٹھ ستمبر کو ان دونوں امریکی فضائی کمپنیوں کے شیئرز بہت بڑی تعداد میں مارکیٹ میں متعین قیمت پر فروخت کے لیے کیوں پیش کیے گئے جن کے جہاز نائن الیون حملوں میں استعمال ہوئے؟ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ یہ امریکا کے طاقتور حلقوں کا بنایا ہوا پیشگی منصوبہ تھا۔

④ پنٹاگون کی عمارت سے ۷۵ جیسا دیوہیکل جہاز ٹکرایا مگر اس کی عمارت کو ٹوئن ٹاورز کے مقابلے میں برائے نام نقصان پہنچا۔ اگر جہاز ٹکرانے سے ٹوئن ٹاورز زمین بوس ہوسکتے تھے تو پنٹاگون کی عمارت کو اتنا معمولی نقصان کیوں پہنچا؟

www.KitaboSunnat.com

⑤ امریکی انتظامیہ کو تحقیقات کے لیے جہازوں کے فولادی ڈھانچوں میں سے تو کچھ نہیں ملا اور کہہ دیا گیا کہ بے پناہ حرارت کے سبب وہ بخارات بن کر اُڑ گئے، لیکن ڈی این اے ٹسٹ کے لیے مسافروں کے گوشت کے لوتھڑے مل گئے، یہ عجوبہ آخر کیسے رونما ہوا؟

⑥ ریکارڈ پر موجود حقائق کے مطابق افغانستان پر فضائی حملوں کے ذریعے طالبان حکومت کے خاتمے کا منصوبہ نائن الیون سے کئی مہینے پہلے بنایا جاچکا تھا۔ امریکا کی جانب سے کئی پڑوسی ملکوں کو اس کی اطلاع بھی کی جاچکی تھی۔ اس کارروائی کے لیے وسط اکتوبر کا تعین بھی کرلیا گیا تھا۔ آخر نائن الیون حادثہ کے وقوع سے پہلے ہی یہ ساری تیاری کیوں تھی؟

⑦ ایک مشتبہ کیسٹ کے سوا جسے ماہرین جعلی قرار دے چکے ہیں، نائن الیون حملوں میں بن لادن کی شمولیت کا کوئی ثبوت اب تک کیوں پیش نہیں کیا جاسکا ہے؟

⑧ امریکا کیسپین کے تیل کے ذخائر تک پہنچنے کے لیے طالبان حکمرانوں سے تیل اور گیس کی پائپ لائنے بچھانے کی اجازت چاہتا تھا مگر وہ اس کے لیے ارجنٹائن کی ایک فرم سے معاہدے پر کام کررہے تھے۔ چنانچہ اُنہیں نائن الیون سے کئی ہفتے پہلے سونے یا بموں کی بارش میں سے کسی ایک کو قبول کرنے کی پیشکش کی گئی اور امریکی مطالبہ نہ ماننے کی پاداش میں آخرکار ان پر بموں کی بارش کردی گئی۔

واقعاتی حقائق پر مبنی یہ سوالات بنیادی طور پر امریکا کی بریگھم ینگ یونیورسٹی کے سابق استاد پروفیسر اسٹیون جونز اور سابق نائب وزیرخزانہ پال کریگ رابرٹس کے تحقیقی کام، پروفیسر ڈیوڈ رے گریفن کی کتاب 'ڈی بنکنگ نائن الیون ڈی بنکنگ'، فرانسیسی محققوں جین چارلس بریسارڈ اور گیلوم ڈاسکی کی کتاب 'دی فار بیڈن ٹرتھ'، بی بی سی، گارڈین اور دیگر عالمی ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں اور جاپانی پارلیمنٹ کی دفاع اور اُمور خارجہ کمیٹی کو اس کے ایک رکن یوکی ہی سا فوتیجا کی جانب سے دی گئی بریفنگ سے ماخوذ ہیں۔

ان کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ افغانستان پر فوج کشی اور قبضے کے طے شدہ منصوبے کی تکمیل کے لیے نائن الیون کا ڈرامہ خود امریکا کے طاقتور حلقوں نے رچایا تھا۔ ان حقائق کی موجودگی میں القاعدہ کی قیادت کی جانب سے نائن الیون کی ذمہ داری قبول کرنے

www.KitaboSunnat.com

کے اعلان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ امریکی افواج کو زیادہ سے زیادہ بڑی تعداد میں خطے میں مصروف رکھ کر امریکی معیشت کو بالکل ہی زمیں بوس کردینے کی حکمتِ عملی پر کاربند ہے۔

اس حکمتِ عملی کا ایک ثبوت چند روز پہلے امریکا میں اندھا دھند فائرنگ کے ایک واقعے کی ذمہ داری بیت اللہ محسود کی جانب سے قبول کیے جانے کی شکل میں بھی سامنے آچکا ہے مگر محسود کے اس دعوے کو ماننے سے خود امریکی حکومت نے انکار کردیا۔اس واقعاتی صورت حال سے گمان ہوتا ہے کہ اگر امریکا القاعدہ کی قیادت کی تلاش کے بہانے پاک افغان خطے میں اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا رہا ہے تو القاعدہ کی قیادت بھی اسے اُلجھائے رکھنے کے لیے کوشاں ہے، کیونکہ وہ اپنے خیال میں اس طرح امریکا کی مکمل بربادی کا سامان کررہی ہے۔ گویا القاعدہ اور امریکا دونوں ایک دوسرے کو اپنے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کررہے ہیں، آخری کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے، یہ وقت بتائے گا۔ [روزنامہ جنگ:۲۲/اپریل ۲۰۰۹ء]

پاکستانی طالبان نے امریکہ کا کام آسان کردیا!

جنوبی اور وسطی ایشیا کی اسٹرٹیجک اہمیت اور اس کے بیش بہا قدرتی وسائل کی بنا پر اس علاقے پر تسلط کے لیے مغرب کی استعماری قوتیں امریکا کی قیادت میں ساڑھے سات سال پہلے افغانستان پر حملہ آور ہوئیں۔ یہ ایک سوچی سمجھی کارروائی تھی جس کے لیے نائن الیون واقعات کا بہانہ تخلیق کیا گیا، جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں۔ چنانچہ برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر نے برطانوی دارلعوام کی لائیزن کمیٹی کے ارکان سے بات چیت کرتے ہوئے خود کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ گیارہ ستمبر کو ہوا، ہمارے پاس افغانستان کے خلاف اچانک کارروائی شروع کرنے کے لیے رائے عامہ کی رضامندی حاصل کرنے کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہیں تھا۔ جبکہ اٹلی کے سابق صدر فرانسسکو کوسیگا نے ۳۰ نومبر ۲۰۰۷ء کو اپنے ملک کے سب سے معتبر، قدیم اور کثیر الاشاعت اخبار 'کوریئر ڈیلا سیرا' کو دیے گئے انٹرویو میں کہا کہ امریکا اور یورپ کی تمام خفیہ ایجنسیاں اچھی طرح جانتی ہیں کہ اس ہولناک کارروائی کی منصوبہ بندی امریکی سی آئی اے اور اسرائیلی موساد نے صہیونی دنیا کے تعاون سے کی تھی تاکہ عرب ملکوں پر الزام عائد کرکے مغربی طاقتوں کے لیے مسلم ملکوں کے وسائل سے استفادے کی راہ ہموار کی جاسکے۔

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ پروفیسر اسٹیون جونز ، پروفیسر ڈیوڈ رے گریفن اور سابق امریکی نائب وزیر خزانہ پال کریگ رابرٹس سمیت کئی مغربی محققین نے دلائل اور ثبوت وشواہد سے اس حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کردیا ہے کہ افغانستان پر فوج کشی کے لیے نائن الیون واقعات، بش انتظامیہ اور امریکی ایجنسیوں کا خود ساختہ خونی ڈراما تھے تاکہ افغانستان پر حملے اور قبضے کے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے لیے جواز مہیا کیا جاسکے۔

بڑی کھینچ تان کے باوجود نائن الیون کو عراق پر حملے کا جواز نہیں بنایا جاسکا تو اس کے لیے مہلک ہتھیاروں کا بہانہ تراشا گیا جس کے سو فی صد جھوٹ ہونے کا خود امریکی حکمران بھی اعتراف کرچکے ہیں۔ تاہم افغانستان پر اس بہانے چڑھائی کرڈالی گئی تاکہ اس وقت کی افغان حکومت کو ہٹایا جاسکے جو افغانستان کے راستے وسطی ایشیائی ریاستوں کے تیل اور گیس کے وسیع ذخائر سے کھربوں ڈالر کمانے کے لیے ترکمانستان سے پاکستان تک پائپ لائن ڈالنے کا ٹھیکہ امریکی کمپنی کو دینے کے لیے تیار نہیں تھی۔ افغانستان پر تسلط کے ذریعے چین کی نگرانی بھی مقصود تھی جس کی حیرت انگیز اقتصادی ترقی اور تیزی سے بڑھتی فوجی طاقت نے مغرب کو سخت تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے۔

اس خطے پر اپنے اثرات مستحکم کرکے اکیسویں صدی کو امریکا کے عالمی غلبے کی صدی بنانے کا خواب بھی دیکھا گیا تھا۔ یہ منصوبہ 'پروجیکٹ فار دی نیو امریکن سنچری' نامی تھنک ٹینک نے بش ٹولے کے لیے اس کے اقتدار میں آنے سے چند سال پہلے تیار کیا تھا،اور افغانستان پر فوج کشی اس کے عین مطابق تھی مگر طالبان کی جس مزاحمت کے چند روز میں خاتمے کی اُمیدیں لگائی گئی تھیں، ساڑھے سات سال میں بھی وہ ختم نہیں ہوئی۔

افغان طالبان کی حمایت میں پاکستان کے قبائلی علاقوں میں بھی تحریک اٹھی جس نے افغانستان میں قابض افواج کے لیے سخت مشکل صورت حال پیدا کردی۔ پاکستان پر دباؤ پڑنا شروع ہوا کہ وہ اپنی سرزمین پر ایسی کوئی سرگرمی نہ ہونے دے جو افغانستان میں قابض مغربی فوجوں کے لیے مشکل کا سبب بن سکتی ہو۔ غیر مقبول فوجی آمر جنرل مشرف سے اس دباؤ کا مقابلہ نہیں کرسکے اور اُنہوں نے آخرکار فاٹا میں فوجی آپریشن شروع کردیا۔ تاہم جمہوری

www.KitaboSunnat.com

حکومت کے قیام کے بعد پارلیمنٹ نے طے کیا کہ پاکستانی فوج اپنے ہم وطنوں سے نہیں لڑے گی اور معاملات بات چیت سے طے کیے جائیں گے۔ بالآخر یہ حکمتِ عملی سوات امن معاہدے اور اس کے تحت نظامِ عدل کے نفاذ کی شکل میں کامیابی کی منزل تک پہنچی اور یہ اِمکان روشن ہوگیا کہ خانہ جنگی میں اُلجھا کر پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی سازش اب اپنی موت آپ مرجائے گی۔لیکن پاکستانی طالبان نے معاہدے کے مطابق مسلح سرگرمیاں ختم کرنے کے بجائے ان میں اضافہ کرکے اور تحریکِ نفاذِ شریعت محمدی کے سربراہ صوفی محمد نے پاکستان کے آئین اور جمہوری نظام سب کو کافرانہ قرار دے کر اس سازش کو نئی زندگی بخش دی۔

چنانچہ آج امریکا کے خلاف مزاحمت کرنے والی قوتوں اور پاک فوج کے درمیان بھرپور جنگ کی شکل میں وہی کچھ ہورہا ہے جو امریکا چاہتا تھا۔ امریکا کی اس جنگ کو آج سب ہی 'پاکستان کی جنگ' کہہ رہے ہیں جبکہ اس میں دونوں طرف سے نقصان صرف پاکستان کا ہورہا ہے ۔فوجیوں اور جنگجوؤں کی ہزاروں کی تعداد میں ہلاکت کے علاوہ، لاکھوں تباہ حال شہری گھربار چھوڑنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ اور یہ ملک عراق اور افغانستان کی طرح عدمِ استحکام کی راہ پر چل پڑا ہے۔ اس صورتِ حال کے نتیجے میں قابض بیرونی افواج کے خلاف افغان مزاحمت بھی متاثر ہوسکتی ہے۔صوفی محمد اور طالبان قیادت اگر سوات امن معاہدے کے بعد محتاط رویہ اپناتے تو استعماری ایجنڈے کی تکمیل کی راہ یوں ہموار نہ ہوتی۔ اس لیے شاید یہ کہنا غلط نہیں کہ پاکستانی طالبان میں گھسے ایجنٹوں نے امریکا کا کام آسان کردیا ہے!!

[روزنامہ 'جنگ': ۲۰ مئی ۲۰۰۹ء]

مدیر 'محدث' کا مختصر تبصرہ

❁ اس مضمون کے مصنف معروف ہفت روزہ تکبیر کے مدیر شہیر جناب صلاح الدین کے دستِ راست مشہور صحافی ہیں جو اُن کی شہادت کے بعد کافی عرصہ تکبیر کو شائع کرتے رہے ہیں۔ ان کا زیر نظر تجزیہ اور مشاہدہ خصوصیت سے قابل توجہ ہے، البتہ ان کا یہ سوال کہ ''القاعدہ اور امریکہ؛ کون کسے استعمال کررہا ہے؟'' ...... اس کا جواب بعد کے واقعات سے بخوبی مل جاتا ہے۔اگر تو امریکہ پاکستان میں جاری جنگ میں خود شریک ہوجاتا تو اس کی ہلاکت

www.KitaboSunnat.com

وبربادی کے کچھ امکانات ہوسکتے ہیں، لیکن جب امریکہ محض پاکستانی حکومت اور پاکستانی طالبان ہردو کی ڈور ہلا کر، محض ڈالروں اور کامیاب سفارتی چالبازیوں کے ذریعے پاکستانی قوم کو ہلاکت کا شکار کرنے کی سازش پر عمل پیرا ہے، جس سے نظریاتی سطح پر اسلام کا بھی شدید نقصان ہورہا ہے، تو اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے واضح طور پر کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ ہی القاعدہ اور اس کے بیانات کو اپنی جارحیت اور ہمہ نوعیت کاروائیوں کے جواز کے لئے استعمال کررہا ہے، نہ کہ القاعدہ امریکہ کو!!

❁ موصوف کا یہ کہنا کہ امریکہ اس خطے میں قدم جما کر چین کو علاقائی مسائل میں اُلجھانے کی کوشش کررہا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بھارت کو شہ دینے اور ایٹمی معاہدوں کا مقصد بھارت سے محض کاروباری یا نظریاتی منفعت نہیں بلکہ اس کو چین کے مقابلے میں لانے کی تیاری اور ان دونوں کے مابین کشیدگی میں اضافہ کروانا مقصود ہے اور اس قابل بنانا ہے کہ وہ چین کو اُلجھانے کی صلاحیت رکھ سکے۔ اسی مقصد سے امریکہ بھارت کی پاکستان سے ٹینشن کا خاتمہ کرنا بھی چاہتا ہے، تاکہ بھارت اس امریکی مقصد کے لئے یکسو ہوسکے۔ اسی تناظر میں بھارتی حکومت کے تازہ بیان کو دیکھنا چاہئے کہ ہمیں پاکستانی طالبان سے زیادہ چین سے خطرہ ہے!

❁ صوفی محمد کے غیر حکیمانہ بیانات پر موصوف کے تبصرہ کے سلسلے میں واضح رہنا چاہئے کہ صوفی محمد کے یہ بے لاگ تبصرے اور کاٹ دار خیالات سے اہل پاکستان عرصہ سے آگاہ ہیں، ان کے یہ خیالات کوئی نئے نہیں۔ دراصل طالبان کے خلاف لڑکی کو کوڑے مارنے کی ویڈیو تیار کرکے جب امریکہ کو مزعومہ نتائج حاصل نہیں ہوئے اور پاکستانی صدر پر معاہدۂ امن کو منظور کرنے کا دباؤ مزید بڑھ گیا تو میڈیا کے عناصر کو اسی طرح مغرب کے مہرے بنا کر صوفی محمد کے ان شدت پسندانہ خیالات کو عوام میں پھیلانے اور اس کے نتیجے میں ان کی اخلاقی حمایت ختم کرنے کا مشن سونپا گیا، جیسے اس سے قبل میڈیا کے ان غدار یا بصیرت سے عاری عناصر کو کوڑوں والی ویڈیو کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ آخر یہ سازش کامیاب ہوئی اور پاکستان کے مقبولِ عام ٹی وی چینل کے پھیلائے ہوئے ایسے سوالات ہر فرد کی زبان پر آئے، جس کے نتیجے میں معاہدۂ امن اخلاقی تائید سے محروم ہوگیا۔ میڈیا کے ذریعے ہونے والی اس

www.KitaboSunnat.com

سازش کا پتہ اس امر سے بھی لگتا ہے کہ صوفی محمد کے متنازعہ بیانات کو تو خوب مرچ مصالحہ لگا کر پیش کیا گیا، لیکن دوسری طرف انہی کے آئین پاکستان کو اسلامی قرار دینے یا ملک میں حکومت کی رِٹ قائم کرنے کے مثبت اور مصدقہ بیانات کو سرسری انداز میں ذیلی سطروں میں شائع کردینے پر ہی اکتفا کیا گیا۔

☜ ہمیں انتہائی چالاک اور مکار امریکی قوم سے واسطہ درپیش ہے جو اس قدر سفاک ہے کہ اپنے مزعومہ اہداف حاصل کرنے کے لئے اپنے اہل وطن اور افتخار کی علامتوں کو بھی نیست ونابود کرنے سے نہیں گریز کرتی تاکہ اپنے دشمن پر بہیمانہ جارحیت کا اسے جواز میسر آسکے، جیسا کہ ماضی قریب میں پرل ہاربر کے مشہور واقعہ کی بھی ایسی ہی امریکی سازش ہونے کی تحقیق سامنے آچکی ہے۔ (دیکھئے اُردو ڈائجسٹ بابت فروری ۲۰۰۹ء) ایسے مکار دشمن کے مقابل جب تک ہماری قوم کے تمام عناصر انتہائی ذہانت اور عقلمندی وفراست کا مظاہرہ نہیں کریں گے اور مل کر ایک سیسہ پلائی دیوار نہیں بنیں گے، اس کی مکاریوں کا سامنا نہیں کیا جاسکتا۔

یہ دشمن اب ہمارے گھر میں داخل ہوچکا ہے، اس کی ایجنسیاں ہماری گلی گلی میں دندنا رہی ہیں اور اس کے طیارے ہماری سرزمین سے پرواز کرتے ہیں۔ ماضی میں اسی دشمن نے طالبان کو افغانستان میں اپنے مقاصد کے لئے پروان چڑھایا تھا، لیکن اسلام کے نام لیواؤں کی یہ قوت آخر کار اسلام کی خادم بنی اور گذشتہ صدی کے اواخر میں اس خطے سے امریکی مفادات کا خاتمہ ہوا۔ اب اُسی نام سے طالبان نے پاکستان میں ظلم وستم کے خلاف مزاحمت کا فیصلہ کیا تو اس مکار دشمن نے ردّعمل میں اُٹھنے والی اس تحریک میں اپنے ایجنٹ داخل کرکے ایک بار طالبان اور اسلام کے نام کو بدنام کرنے اور اپنے مذموم مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی سازش بڑے پیمانے پر پھیلا دی۔ ہمیں درپیش سازش کا یہ منظر نامہ ہے، جس میں اب محبّ دین وملت حضرات کو بھی زیادہ شبہ نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کے مقتدر وذمہ دار عناصر کو ان چالاکیوں کی سمجھ بوجھ دے اور اُنہیں فراستِ ایمانی سے نوازے۔ (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

دعوت وابلاغ

پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ
بن شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ

میڈیا.....اسلام کے خلاف مغرب کا مؤثر ہتھیار

موجودہ دور میڈیا کا دور ہے۔غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ مغرب محض مؤثر اور طاقتور میڈیا کے ذریعے ہی ہمارے ذہنوں پر حکومت کررہا ہے۔یہاں ہم سے مراد صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پاکستان جیسے وہ ممالک بھی اس میں شامل ہیں جہاں سیاسی شعور کا فقدان ہے۔ جہالت عروج پر ہے اور مغربی تعلیم یافتہ طبقہ ہرقسم کی رہنمائی کے لیے مغرب کی جانب دیکھتا ہے۔

یہ ہمارے پڑھے لکھے طبقے کا احساسِ کمتری ہے کہ وہ مغرب کے ایجادکردہ ہرلفظ، اِصطلاح اورمحاورے کو یوں قبول کرلیتا ہے جیسے یہ اِلہامی بات اور مقدس لفظ ہو۔ چنانچہ اس طرح مغرب میڈیا نت نئے شوشے چھوڑتا رہتا ہے جن کا مقصد ہماری سوچ کو متاثر کرنا اور ہماری فکر کو ایک خاص رُخ پر ڈالنا ہوتا ہے۔یادرکھئے کہ یہ دور جسمانی غلامی کا نہیں بلکہ ذہنی غلامی کا ہے۔ ماضی میں جب ضعیف قوموں کو غلام اور کمزور ملکوں کو تجارتی مقاصد کے لیے کالونی بنایا جاتا تھا تو مغربی ممالک نے پسماندہ اقوام کی ایک بڑی تعداد کو اپنا غلام بنارکھا تھا۔ اس دور میں انسانی حقوق کا کہیں ذکر نہیں تھا، کیونکہ انسانی حقوق کا فلسفہ نہ صرف مغربی استعمار کے مفادات کے منافی تھا بلکہ مغربی استعمار کی نفی بھی کرتا تھا، اس طرح مغربی ممالک کئی صدیوں تک پسماندہ ممالک کو اپنی کالونیاں بنا کران کے مالی وشخصی وسائل کو اپنی صنعتی وتجارتی ترقی کے لیے استعمال کرتے رہے۔اگر آپ لندن، پیرس اور روم جیسے خوبصورت شہروں کی بڑی بڑی شاہراہوں، عمارتوں اور صنعتی مراکز کی بنیادوں میں جھانکیں تو ان میں سے آپ کو اپنے بزرگوں کے محنت ،خون پسینے کی خوشبو آئے گی اور وہاں ہماری سرزمینوں کا مال ہتھیا کر صرف کیا گیا ہوگا۔

www.KitaboSunnat.com

جب ان استعماری قوتوں کو آزادی کی تحریکوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر غلام ممالک سے رخصت ہونا پڑا تو اس کے ساتھ ہی اُنہیں جمہوری اقدار اور انسانی حقوق کا خیال آیا۔ چنانچہ انسانی حقوق کے دفاع کے لیے عالمی سطح پر انجمنیں بنائی گئیں۔ کل تک انسانوں کو حیوانوں سے کم تر سمجھنے والے چند ہی برسوں میں انسانی حقوق کے ٹھیکے دار بن گئے۔ گویا پرانا شکاری نیا جال لے کر آیا۔ یہ درست کہ اس وقت بعض ممالک میں یہ انجمنیں مفید کام بھی کر رہی ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جن ممالک میں اولادِ آدم کو مغربی اقوام کی ملی بھگت سے کچلا جا رہا ہے وہاں بھی انسانی حقوق کی انجمنیں موجود ہیں جو بے کار اور غیر مؤثر ہیں۔

گذشتہ چند برسوں سے اولادِ آدم کے انسانی حقوق کی حفاظت کی اجارہ داری امریکہ بہادر کے پاس ہے۔ ادھر مغربی میڈیا نے انسانی حقوق کو ایک آئیڈیالوجی بلکہ مذہب کا درجہ دے دیا ہے، اس سے امریکہ کو یہ استحقاق حاصل ہوگیا ہے کہ جہاں انسانی حقوق پر زد پڑتی ہو وہ کسی بھی ایسے ملک کے اندرونی معاملات میں دخل دے سکتا ہے۔ بلکہ اسے دہشت گرد قرار دے کر سزا کا حق دار ٹھہرا سکتا ہے، کس ملک میں انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں؟ اس کا فیصلہ بھی امریکہ ہی کرے گا۔ چنانچہ امریکہ عراق پر بمباری کر کے سینکڑوں معصوم شہریوں کو موت کی نیند سلا دے تو وہ انسانی حقوق کے حوالے سے درست اقدام قرار دیا جاتا ہے، لیکن بوسنیا میں ہزاروں معصوم مسلمان سربیائی ظلم کی بھینٹ چڑھ جائیں تو امریکہ کے ضمیر میں خلش تک نہیں ہوتی، کیونکہ بوسنیا مسلمان ملک ہے۔ اس طرح پاکستان اگر کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی اخلاقی امداد کرے تو وہ سزا کا مستحق ہے، لیکن بھارت اگر ہزاروں مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنا دے تو اس سے چشم پوشی برتی جائے گی۔

انسانی حقوق کے حوالے سے مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا، ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ کسی بین الاقوامی سیمینار کے ضمن میں مجھے امریکی ساحلی شہر سان فرانسسکو جانے کا موقع ملا۔ اس سیمینار میں ایشیائی ممالک کے سکالرز کے علاوہ مختلف امریکی یونیورسٹیوں سے بھی ممتاز پروفیسرز صاحبان بلائے گئے تھے۔ سیمینار کے آغاز سے ایک روز قبل میں نے ٹیلی ویژن آن کیا تو ایک دلچسپ خبر مع تبصرہ سننے کو ملی۔ کیلیفورنیا کی ریاست میں جنگلات کے وسیع ذخیرے

www.KitaboSunnat.com

پائے جاتے ہیں، کیونکہ وہاں عمارات کی تعمیر میں لکڑی بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے، اس لیے سال بھر ان جنگلوں کی کٹائی کا عمل جاری رہتا ہے۔ خبر یہ تھی کہ کٹائی کے دوران ماہرین جنگلات کو اچانک یہ پتہ چلا کہ اس جنگل میں ایک اُلّو صاحب نے مستقل اپنا گھر بنا رکھا ہے اور جب سے درختوں کی کٹائی کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اُلّو صاحب اداس رہنے لگے ہیں۔ اُلّو کی اداسی کی خبر سے اس علاقے میں احتجاج ہوا اور کیلیفورنیا کی حکومت نے جنگل کی کٹائی روک دی جس سے لکڑی کی قیمت میں اضافہ ہوگیا اور گھروں کی تعمیر قدرے مہنگی ہوگئی۔ میں نے یہ خبر اور اس پر تبصرہ ٹیلی ویژن پر سنا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

اگلے دن سیمینار کے دوران چائے کا وقفہ ہوا تو میں نے ممتاز امریکی پروفیسر صاحبان سے اس خبر کا تذکرہ کیا۔ وہ پہلے ہی اس سے آگاہ تھے، لیکن میرے ذکر کرنے پر ان کے چہرے خوشی سے گلاب کی مانند کھل گئے۔ اس صورت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں نے یہ سوال داغ دیا کہ ''آپ نے ایک پرندے کی اُداسی کی خاطر جنگل کی کٹائی روک کر لکڑی کی قیمت میں اضافہ برداشت کرلیا، لیکن کچھ عرصہ قبل جب عراق کے معصوم شہریوں پر بموں کی بارش کی جارہی تھی تو آپ کیوں خاموش رہے؟ کیا آپ کو ایک جانور کسی مسلمان کی زندگی سے زیادہ عزیز ہے؟ میرے اس سوال سے ان کے چہرے کے رنگ اُڑ گئے۔ اس واقعے سے آپ امریکہ کی انسانی حقوق سے کمٹمنٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ آج کا دور میڈیا کا دور ہے۔ میڈیا بدقسمتی سے یہودیوں کے قبضے میں ہے اور یہودیوں کا نشانہ بہرحال اسلام اور مسلمان ہیں۔ اب جب کہ مغربی ممالک غیر ترقی یافتہ ممالک سے بوریا بستر لپیٹ کر رخصت ہوچکے ہیں تو اُنہوں نے ان ممالک پر حکمرانی کا ایک نیا طریقہ وضع کیا ہے اور وہ طریقہ ہے: میڈیا کے زور پر ذہنوں پر حکومت کرنا۔ نصف صدی قبل جسمانی غلامی بھی ہمارا مقدر تھی اور اب ذہنی غلامی ہماری قسمت کا حصہ ہے۔ سوچئے تو سہی کہ اس کی وجوہات کیا ہیں؟

اسی پس منظر میں مغربی میڈیا جب چاہتا ہے کوئی نئی اصطلاح اور کوئی نیا شوشہ چھوڑ دیتا ہے۔ دنیا کے بہترین رسائل جن میں ادبی، تحقیقی اور سیاسی پرچے شامل ہیں، مغربی ممالک

www.KitaboSunnat.com

سے شائع ہوکر ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں۔ ان رسائل میں اکثر اوقات ایک خاص نقطۂ نظر پیش کیا جاتا ہے جو مغربی دنیا کے مفادات کے عین مطابق ہوتا ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ عالمی شہرت کے رسالے ٹائم، اکانومسٹ اور نیوز ویک پر یہودی لابی غالب ہے۔ یہ رسالے ہر ہفتے بین الاقوامی سیاست پر تبصرے کرتے اور تجزیے شائع کرتے ہیں جنہیں ہم من وعن مقدس تحریر سمجھ کر یوں قبول کر لیتے ہیں کہ ان کے سیاق وسباق پر غور ہی نہیں کرتے۔ پھر ہر محفل میں ان تبصروں کو ٹائم اور نیوز ویک کے حوالے سے حرفِ آخر سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ ہم نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ عراق ہو، ایران ہو، بوسنیا ہو یا کشمیر۔ یہ رسائل اپنے تجزیوں میں ڈنڈی ضرور ماریں گے اور کسی نہ کسی طرح اسلام اور مسلمان سے اس طرح چٹکی ضرور لیں گے کہ قاری کو محسوس بھی نہ ہو اور الفاظ اپنا کام کر جائیں۔ عراق، کویت جنگ اور انقلابِ ایران کے دوران ان رسائل نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور عالمی رائے عامہ کو اپنی ضروریات کے سانچے میں ڈھالا۔ صرف میڈیا ہی کا کمال ہے کہ کوئی بھی اسلامی ملک اپنے موقف میں کتنا ہی حق بجانب کیوں نہ ہو، عالمی سطح پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے اور وہ سربراہانِ حکومت جو مغربی مفادات کے خلاف کام کرتے ہیں، اُنہیں تمسخر کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ غور کیجئے تو محسوس ہوتا کہ یہ ایک طرح سے ہماری غلامانہ ذہنیت کی علامت ہے۔

کبھی کبھی یوں بھی ہوا ہے کہ جب کسی ناقابل قبول حکمران کو بدلنا مقصود ہوتا ہے تو میڈیا سے ہراول دستے کا کام لیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ مغربی میڈیا بڑی طاقتوں کی خفیہ ایجنسیوں کی ملی بھگت سے ایسے حکمرانوں کی ذاتی زندگی اور قومی کردار کے بارے میں من گھڑت کہانیاں شائع کرتا ہے اور آزادئ اظہار کے نام پر ان شخصیات کی اس طرح کردار کشی کی جاتی ہے کہ نہ صرف عالمی سطح پر ان کا امیج خراب ہوتا ہے بلکہ خود ان ممالک کے عوام بھی اپنے حکمرانوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ آپ نے اکثر مشاہدہ کیا ہوگا کہ بڑی طاقتوں کے ذریعے 'ناپسندیدہ حکمرانوں' کے بارے میں عجیب وغریب خفیہ داستانیں پھیلائی جاتی ہیں جبکہ اپنے حواری اور پسندیدہ حکمرانوں کی ایسی حرکات چھپائی جاتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں

www.KitaboSunnat.com

میڈیا کا کردار فیصلہ کن حیثیت اختیار کرگیا ہے اور جو مقاصد ماضی میں فوجی یلغار سے حاصل کئے جاتے تھے، وہ مقاصد اب میڈیا کی یلغار سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

مغربی میڈیا کی مہربانی سے ایک مردہ اصطلاح میں جان ڈال دی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک متروک اصطلاح پوری دنیا میں مقبول ہوگئی۔ وہ اصطلاح ہے "Fundamentalism" یعنی بنیاد پرستی۔ امریکہ اور انگلینڈ میں شائع شدہ انگریزی لغات (Dictionaries) کے مطابق "Fundamentalism" کا مطلب ہے ''عیسائیت کے پرانے اعتقادات پر یقین رکھنا''، ''موجودہ عیسائیت جو سائنس سے متاثر ہے، اس کے مقابلے میں پرانی تعلیمات کو اور Bible انجیل کے اصل الفاظ کو ماننا'' عیسائیت میں تو بنیاد پرستی کی مذمت سمجھ میں آتی ہے کیونکہ عیسائیت میں وقت کے ساتھ ساتھ خاصی تبدیلی آئی ہے بلکہ خود بائبل بھی اصلی حالت میں موجود نہیں رہی، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس زبان (Language) میں بائبل نازل ہوئی تھی، وہ زبان بھی آج ختم ہوچکی ہے۔ اس کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ تمام الہامی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود نہیں لی، سوائے قرآن مجید کے!

لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بدلا ہے نہ قرآن اور نہ ہی قیامت تک بدلے گا۔ اسلام کے بنیادی عقائد وہی ہیں جو ہمارے نبی ﷺ نے بتائے تھے۔ اگرچہ اسلام میں مذہبی فرقوں کی کمی نہیں، لیکن اختلافات تفصیلات پر ہیں نہ کہ بنیادی عقائد پر۔ چنانچہ اسلام میں دراصل بنیاد پرستی کا تصور اس طرح موجود نہیں جس طرح عیسائیت میں ہے لیکن مغربی میڈیا نے اسلام میں بنیاد پرستی کی اصطلاح ایجاد کرکے ان مسلمانوں کو نفرت اور تضحیک کا نشانہ بنایا ہے جو عملاً مسلمان ہیں۔

میرے نزدیک اسلام میں بنیاد پرستی کا مطلب اسلام کے بنیادی عقائد پر عمل کرنا ہے یعنی ہر وہ مسلمان جو نماز پڑھتا، روزے رکھتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اسے مغربی میڈیا بنیاد پرست کہے گا۔ ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر مسلمان نماز پڑھتا ہے تو وہ بنیاد پرست ہے، لیکن اگر وہ تہجد پڑھتا ہے تو پھر وہ بہرصورت دہشت گرد ہے۔''

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ یہ اصطلاح چند برس قبل افغانستان کی جنگ کے حوالے سے

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہونی شروع ہوئی اور چند ہی برسوں میں اس نے دنیاے اسلام کو معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کردیا؟ مغربی میڈیا نے نہایت ہوشیاری سے بنیاد پرستی کا مطلب جاہل، ترقی دشمن، دہشت گرد، دقیانوسی اور کٹر نظریات کے حامل کے طور پر پیش کیا بلکہ اس قدر اس کا شور مچایا کہ ہر مسلمان ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ حضور میں بنیاد پرست نہیں ہوں حالانکہ بنیاد پرستی کا مطلب فقط اسلام کے بنیادی عقائد پر عمل کرنا ہے اور اس کا مطلب ہرگز دہشت گردی یا دقیانوسی نہیں۔ چنانچہ اب جب بھی کوئی مغربی صحافی اسلامی ممالک میں جاتا ہے اور سربراہانِ حکومت یا دوسری اہم ملکی شخصیات سے یہ سوال پوچھتا ہے کہ کیا آپ بنیاد پرست ہیں تو جواب ملتا ہے کہ ہم بالکل بنیاد پرست نہیں، ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اسلام کے بنیادی اراکین پر یقین رکھتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں۔

خود مغربی میڈیا بنیاد پرستی کا لیبل لگانے میں کس قدر انصاف سے کام لیتا ہے، اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے لگائیے کہ جب تک گلبدین حکمت یار افغانستان میں روسی قبضے کے خلاف لڑ رہے تھے، جس سے امریکی مفادات حاصل نہ ہوتے تھے تو وہ جنگ آزادی کا ہیرو تھا، لیکن جب روس کی شکست کے بعد اس نے امریکی مفادات سے ہم آہنگ ہوکر چلنے سے انکار کیا تو مغربی میڈیا نے اسے 'بنیاد پرست' کہہ کر مسترد کردیا۔ گویا مغربی ممالک اپنے میڈیا کو ایک طرح سے ہتھیار کے طور پر استعمال کررہے ہیں جو ایٹم بم سے کم خطرناک نہیں ہے۔

مغربی میڈیا نے اسلامی بنیاد پرستی کے تصور کو جس طرح مسخ کیا ہے اور اس کا مفہوم بدل کر دنیائے اسلام کو معذرت خواہانہ انداز اپنانے پر مجبور کر دیا ہے موجودہ حالات سے ظاہر وباہر ہے۔ میڈیا کس طرح اسلامی بنیاد پرستی کا حلیہ بگاڑ رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اخبارات کے مطابق کہا جارہا ہے کہ خواتین کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی وجہ اسلامی بنیاد پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ اسلامی سزاؤں کو 'ظالمانہ سزائیں' کہا جارہا ہے، پردے کے احکامات کا میڈیا پر سرعام مذاق اڑایا جارہا ہے، جہاد کو دہشت گردی کا نام دیا جارہا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ مغربی میڈیا جو کر رہا ہے، سو کر رہا ہے، ہمارا اپنا میڈیا بھی کسی سے کم نہیں جو آج تک جہاد اور دہشت گردی میں فرق نہیں سمجھ سکا۔

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی ہمسایہ ملک میں ہوتی ہے، پابندی یہاں مذہبی جماعتوں پر لگتی ہے اور وہ بھی بغیر ثبوت کے۔ ہمارا اپنا میڈیا جہاد، دہشت گردی، پردے کے احکامات، اسلامی سزاؤں کے قوانین اور خواتین کے حقوق کے بارے میں جو پراپیگنڈہ کر رہا ہے، وہ بھی کوئی قابل ستائش نہیں بلکہ قابل صد افسوس ہے۔ اسی طرح وہ اسلامی ممالک جہاں اسلامی شرعی سزائیں نافذ ہیں اور انہیں بنیاد پرستی کا طعنہ دیا جاتا ہے جب کہ ان معاشروں میں عورت جس قدر محفوظ ہے اس کا تصور مغرب کے آزاد معاشرے میں کیا بھی نہیں جاسکتا۔ سعودی عرب میں زیادتی کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں، جبکہ نیویارک میں ہر پانچ منٹ کے بعد عورت سے زیادتی کی واردات کی رپورٹ ہوتی ہے۔ عورتوں پر گھریلو تشدد میں امریکہ و یورپ مسلم دنیا سے بیسیوں درجے آگے ہیں، کیا امریکہ بھی بنیاد پرست ہے کہ وہاں عورتوں سے زیادتی وتشدد کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو مغربی ممالک میں تمام تر مادر پدر آزادی کے باوجود عورتوں سے زیادتی کے واقعات اتنی بڑی تعداد میں کیوں ہوتے ہیں؟

بہرکیف موجودہ دور میڈیا کا دور ہے، میڈیا کی لگام مغرب کے ہاتھ میں ہے اور وہ میڈیا کے زور پر ہمارے ذہنوں پر چھایا ہوا ہے۔ بنیاد پرستی کا پراپیگنڈہ اسی مہم کا حصہ ہے حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ مغرب اسلام کے احیا اور اسلامی ممالک میں عوامی سطح پر اُبھرتی ہوئی مذہبی لہر سے خوف زدہ ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لیے میڈیا نے بنیاد پرستی کے خلاف محاذ کھول رکھا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ مغرب سے اس قدر متاثر ہے کہ وہ مغربی نظریات، تصورات اور اصطلاحات آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتا ہے۔ گویا ہم نے مغرب سے جسمانی غلامی سے تو نجات حاصل کر لی ہے، لیکن ذہنی غلامی سے نہیں..... ذہنی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھی اسی طرح کی تحریکیں چلانے کی ضرورت ہے جس طرح ہم نے آزادی کے حصول کے لیے تحریکیں چلائی تھیں۔ ▣

www.KitaboSunnat.com